ملک پر چھا گئی تھی۔ کچھ زمانہ بعد یہ خاندان لاہور میں آباد ہوا مگر جب بھلے دن آ گئے تو اپنے پرانے وطن متھرا میں چلا گیا۔ رادھا کشن کا ایک بزرگ نرائن داس نامی اپنی علمیت اور پارسائی کے لئے مشہور تھا اور نابھہ جی کی بھگت مالا میں اس کا ذکر ہے۔ شہنشاہ جہانگیر کا ایک فرمان جس کی رو سے نرائن داس کے پوتے کشن لال کو متھرا میں ۴۴ بیگھے زمین ان پھولوں کی کاشت کے لئے دی گئی تھی جو ہندو لوگ پوجا کے وقت استعمال کرتے ہیں ابھی تک موجود ہے اس کاغذ کے سچا ہونے کا ہر ایک طرح کا ثبوت ہے اور اس پر ۱۶۱۰ء تاریخ ثبت ہے۔

کشوری لال کا بیٹا برج بھوکن برہمنوں میں دقیانوس ثانی تھا۔ شہنشاہ شاہجہاں نے اس کی پاکیزگی کی بابت سن کر اس سے ملاقات کی اور اس کی زبانی لفظ ہندو کی یہ وجہ تسمیہ سن کر کہ "ہن" مخفف ہے "ہنسا" کا جس کے معنی سنسکرت میں گناہ ہیں اور "دو" مخفف ہے "دُر" بمعنی دُور کا اور اس طرح ہندو کے معنی "گناہوں سے دُور" کے ہیں۔ ایسا خوش ہوا کہ اس نے برج بھوکن سے کہا کہ مانگ کیا مانگتا ہے؟ برج بھوکن نے کہا "تو پھر مجھ پر یہ مہربانی کرو کہ آئندہ کبھی مجھ سے ملنے نہ آنا"۔

اورنگ زیب کے عہد حکومت میں برج بھوکن کا سب سے چھوٹا بیٹا کیول نین راجہ جے سنگھ اول کے بلا بھیجنے پر جے پور گیا۔ یہاں اسے ایک مندر سپرد ہوا جس کی پرداخت کے واسطے ایک جاگیر تھی جو ابھی تک اسکی اولاد کے قبضے میں ہے۔ اس کا پوتا بنسی دھر بڑا بزرگ آدمی تھا اور بھرت پور کا مشہور راجہ سورج مل بھی اس کے مریدوں میں تھا۔

پنڈت امر ناتھ

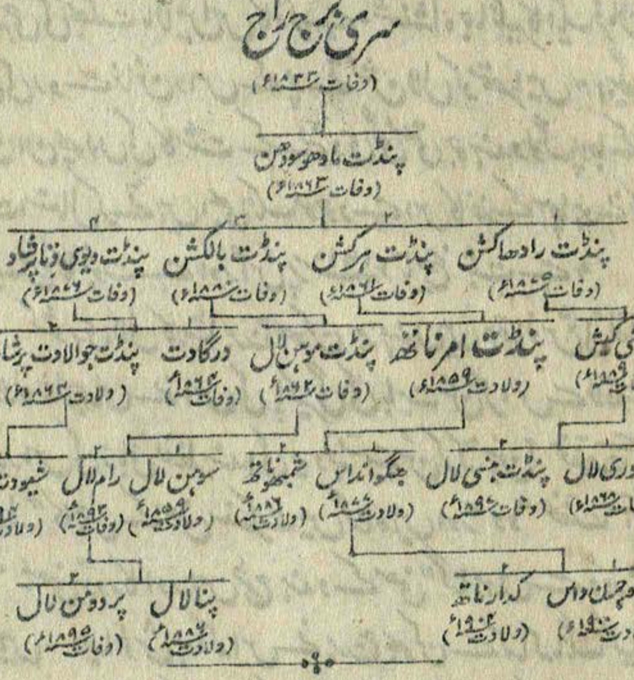

اس خاندان کے متعلق سنہ ۱۲۴۲ء یعنی علاء الدین مسعود بادشاہ دہلی کے عہد تک کی روایات موجود ہیں۔ مذکورہ سال میں مسلمانوں کی سختی کی وجہ سے دوسرے ہندوؤں کے ساتھ یہ خاندان بھی متبرک شہر متھرا سے نقل مکان کرکے اُچ میں جو ملتان کے نزدیک ہے آگیا۔ تعجب ہے کہ اس شہر کو اس خاندان نے اپنا نیا وطن بنانے کے لئے منتخب کیا جہاں متھرا کی نسبت زیادہ آسائش کبھی نہ ہوسکتی تھی کیونکہ فرشتہ کی تحریر کے بموجب اسی زمانے میں مغلوں کی ایک فوج قندھار سے آکر اس

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

پنڈت شمبو ناتھ نول گوسوامی   پنڈت امر ناتھ نول گوسوامی رئیس لاہور   پنڈت بھگوان داس نول گوسوامی

Pandit Bhagwan Das Naval Gosoami   Pandit Amar Nath, Naval Gosoami of Lahore   Pandit Shambu Nath Naval Gosoami

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

اور اس کے بیٹے دیوان راج کمار کو آبائی جاگیر و جائداد کے علاوہ باپ کا خطاب اور درباری کرسی بھی حاصل ہوئی - وہ اس وقت آنریری مجسٹریٹ ہے اور خاندان کا بزرگ تسلیم کیا جاتا ہے - نیز اس کا بڑا بیٹا کرشن کشور بھی شنہ ۱۹۰۸ء سے شہر لاہور کا آنریری مجسٹریٹ ہے ⁂

دیوان رتن چند کا چھوٹا بھائی لالہ ہرنامداس اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھا اور شنہ ۱۸۹۶ء میں گورنمنٹ کی ملازمت سے علیحدہ ہوا - یہ لاہور میں آنریری مجسٹریٹ ہے اور چند سال تک سب رجسٹرار بھی رہا مگر شنہ ۱۹۰۶ء میں بوجہ ضعیفی آخر الذکر عہدے سے مستعفی ہوگیا - لالہ ہرنامداس کو اس کی عمدہ خدمات کے صلے میں نہر چناب کی شاخ گوگیرہ پر چھ مربعے زمین عطا ہوئی ہے اور اس کا بیٹا موتی رام ضلع سیالکوٹ میں نائب تحصیلدار ہے ⁂

کے لئے عطا ہوئیں اور دو سو روپیہ کی مالیت کا ایک باغ جو شاہ عالمی دروازہ لاہور کے پاس ہے اس کے ورثا کے لئے علے الدوام واگزار کر دیا گیا۔ رتن چند ۱۸۶۲ء میں شہر لاہور کا آنریری مجسٹریٹ اور میونسپل کمیٹی کا ممبر مقرر کیا گیا۔ وہ نہایت مستعد اور لائق آنریری مجسٹریٹوں میں تھا اور اس کی فیاضی کی وجہ سے شہر لاہور میں بڑی رونق ہو گئی تھی۔ رفاہِ عام کے کاموں میں اس کا سب سے ممتاز کام یہ ہے کہ اس نے شاہ عالمی دروازہ کے پاس ایک نفیس سرائے اور تالاب تعمیر کرایا۔ شہر کے گرد جو سرحدی باغات ہیں ان کے لگانے میں بھی رتن چند نے بہت سا حصہ لیا اور جب کبھی رفاہ عام کے کسی کام کے لئے روپیہ کی ضرورت پڑی تو اس نے انتہا درجہ کی فراخ دلی ظاہر کی۔ جنوری ۱۸۶۵ء میں گورنمنٹ عالیہ نے اسے دیوان کا خطاب عطا کیا اور ۱۸۷۲ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔

اس کے بڑے بیٹے دیوان بھگوانداس کو ۷ جنوری ۱۸۷۲ء کی سند کی رو سے ۲۵۸۵ روپیہ کی جاگیر ملی۔ بھگوانداس لاہور میں آنریری مجسٹریٹ۔ ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل کمیٹی کا ممبر اور پراونشل درباری تھا۔ اس کی پبلک خدمات کا گورنمنٹ عالیہ نے کئی مواقع پر اعتراف کیا۔ اور ۱۸۹۲ء میں اسے دیوان کا موروثی خطاب ملا۔ شہر کی بہتری کے ہر کام میں اسے دلچسپی تھی اور ہر موقع پر اسکی روشن خیالی اور خیر خواہیٔ خلائق کا ثبوت ملتا تھا۔ اس نے بہت سی عمارات بنوائیں جن میں وہ ٹھاکر دوارہ بھی شامل ہے جو اس کے باپ کے بنوائے ہوئے تالاب کے کنارے پر ہے۔ اس کا انتقال ۱۹۰۶ء میں ہوا

سررشتہ دار ہے ۔

کرم چند کا تیسرا بیٹا رتن چند مہاراجہ رنجیت سنگھ کا بڑا منظور نظر تھا اور سن طفولیت سے دربار کا حاضر باش تھا جب اس کے سبزہ آغاز ہوا تو مہاراجہ نے اس میں اور رتن چند دوگل میں جو اس سے چار سال چھوٹا تھا اور جس کی ابھی مسیں تک نہ بھیگی تھیں امتیاز کرنے کے لئے اس کا نام داڑھی والا رکھ دیا ۔ رتن چند ۱۸۲۹ء میں بمشاہرہ ۲۰۰ روپیہ ماہوار محکمۂ ڈاک خانہ میں مقرر کیا گیا ۔ اور علاوہ اس مشاہرہ کے علاقۂ پشاور اور ہزارہ کے محاصل سے اس کا کچھ حق مقرر ہو گیا ۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ اور ان کے جانشینوں کے عہد حکومت میں وہ اسی محکمہ میں رہا ۔ دربار سے اسے ۲۶۱۰ روپیہ نقد وظیفہ ملتا تھا ۔ اور دینا نگر ۔ کھانووال ۔ یحیٰی نگر ۔ ٹوان ۔ بھنڈوال ۔ ہزارہ اور پشاور میں ۱۳۶۰۰ روپیہ کی جاگیر الگ ملی ہوئی تھی ۔ جب رئیسان سندھانوالیہ نے قلعۂ لاہور پر قبضہ کیا تو رتن چند وہاں موجود تھا اور راجہ ہیرا سنگھ نے یہ خیال کر کے کہ یہ بھی سندھانوالیوں سے ملا ہوا ہے اس پر ۳۰۰۰ روپیہ جرمانہ کر دیا مگر یہ زر جرمانہ ہیرا سنگھ کی وفات کے بعد سردار جواہر سنگھ نے واپس کر دیا ۔ ستلج کی لڑائی کے بعد رتن چند کو پنجاب میں پوسٹ ماسٹر جنرل مقرر کیا گیا اور اس نے ۴۹-۱۸۴۸ء کے زمانۂ بغاوت میں بہت اچھی خدمات کیں ۔ اس کے محکمہ کو اس موقع پر بڑی مشکلات پیش آئیں مگر وہ اپنی مستعدی اور قابلیت سے ان مشکلات پر غالب آیا ۔ پنجاب کے الحاق کے موقع پر اس کی جاگیروں میں سے بعض جن کی مالیت ۶۸۰۰ روپیہ تھی بغیر کسی خدمت کے اسکی حین حیات

GL

کے لئے کانگڑہ بھیجا گیا اور ۱۸۳۲ء میں وہ فیروز پور میں متعین ہوا تاکہ اس ضلع کے سرکش باشندوں میں امن قائم رکھے اور ڈاکوؤں کا انسداد کرے جو اُن دنوں میں بہت عام ہو گئے تھے۔ بعد ازاں تارا چند کو دیوان کا خطاب دیکر بنوں۔ ٹونک اور ڈیرہ اسمٰعیل خاں کا حاکم کر دیا گیا یہاں پر اس کا انتظام حکومت کچھ بہت کامیاب ثابت نہ ہوا۔ سرحد کے رؤسا میں دلاسہ خاں رئیسِ بنوں سکھوں کا سب سے زیادہ مخالف تھا۔ اُس کے چھوٹے سے قلعے پر دیوان تارا چند نے جس کے ساتھ دلاورانِ سکھ کے چیدہ سردار یعنی رئیسانِ اٹاری۔ مجیٹھہ۔ نکا اور بٹالہ تھے ۸۰۰۰ آدمیوں اور ۱۲ توپوں کے ساتھ چڑھائی کی مگر ذلّت کے ساتھ پسپا ہونا پڑا اور ۳۰۰ آدمی کام آئے جن میں اٹاری والا جے سنگھ خرد بھی تھا نیز ۵۰۰ آدمی زخمی ہو گئے۔ جب مہاراجہ نے اس شکست کی خبر سُنی تو سخت برہم ہوئے اور دیوان پر ۷۰۰۰ روپیہ جرمانہ کر دیا۔ تارا چند کی راجہ سوچیت سنگھ سے بھی جو ڈیرہ جات کا حاکم تھا اور دیوان کی تحکمانہ باتیں نہ اُٹھا سکتا تھا بگڑ گئی تھی چنانچہ دیوان بلطائف الحیل بیماری کا عذر اور باقی عمر خدا کی عبادت میں صرف کرنے کی خواہش ظاہر کر کے ۱۸۳۸ء میں پنجاب چھوڑ کر بنارس چلا گیا جہاں وہ ۱۸۵۵ء میں فوت ہو گیا۔

کرم چند کا دوسرا بیٹا منگل سین دربار (خالصہ) کے ایک رسالہ کا کمیدان تھا۔ الحاق پنجاب کے بعد اسے ۴۸۰ روپیہ سالانہ کی پنشن دے دی گئی اور وہ نومبر ۱۸۶۴ء میں ایک لڑکا لالہ بُدھامل چھوڑ کر راہیٔ ملکِ بقا ہوا۔ لالہ بدھامل اب پنجاب میں عہدہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پر ممتاز ہے اور اس کا سب سے بڑا لڑکا اوتم چند چیف کورٹ میں

زمانے میں مختلف مالی عہدوں پر مامور رہے۔ جب سکھوں کو عروج ہوا تو جوالا ناتھ نے سردار چڑت سنگھ سوکر چکیہ کے ہاں سلسلۂ ملازمت بطور منشی شروع کر کے تمام عمر سردار موصوف اور اس کے بیٹے مہاں سنگھ کی ملازمت میں بسر کردی۔ اس کا بیٹا کرم چند اوّل اوّل سردار بشن سنگھ معتمد خاص مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ہاں ملازم ہوا۔ لیکن ۱۸۱۳ء میں جب سردار مذکور سلسلۂ ملازمت سے کنارہ کش ہو کر بنارس میں فوت ہوگیا تو کرم چند خود مہاراجہ کے وابستگانِ دولت کے حلقے میں آگیا اور رفتہ رفتہ معزز عہدوں پر مامور ہونے لگا۔ ۱۸۰۸ء میں جب مہاراجہ رنجیت سنگھ مصالحِ ملکی کو مرکوزِ خاطر رکھکر خفیہ طور پر ہردوار گئے۔ تو کرم چند بھی ان کے ہمراہ تھا۔ دوسرے سال وُہی اُن قراردادوں کو طے کرنے کے لئے مہاراج کا ایجنٹ مقرر ہوا جو ریاست لاہور اور جنوب ستلج کی سکھ ریاستوں کے درمیان ہوئیں۔ کرم چند نے اس عہدنامہ کے مرتب کرنے میں بھی امداد دی تھی جو ۲۵ اپریل ۱۸۰۹ء کو سرکار انگریزی کے ساتھ ہوا۔ اس سے کچھ عرصہ پہلے یہ دفتر لاہور کا (اگر اس جگہ کو دفتر کہا جاسکتا ہے جہاں حساب کتاب باقاعدہ نہ رکھا جاتا ہو) افسر اعلےٰ مقرر ہوگیا تھا۔ مگر جب ۱۸۰۹ء میں بھوانی داس نے دفتر میں پہلے پہل باقاعدہ حساب جاری کیا تو اس سال سے کرم چند بھوانی داس کے ماتحت کام کرنے لگا اور اپنی وفات کے وقت یعنی ۱۸۳۶ء تک دفتر ہی میں رہا۔

کرم چند کا سب سے بڑا لڑکا تارا چند ابھی بالکل نوعمر تھا کہ ملازمت میں داخل ہو کر ۱۸۲۳ء میں دیوان کرپارام کے ماتحت پشاور میں تعینات کیا گیا۔ دوسرے سال اسے ملکی اور فوجی اختیارات دیگر مالیہ جمع کرنے

دیوان راج کمار داڑھی والا

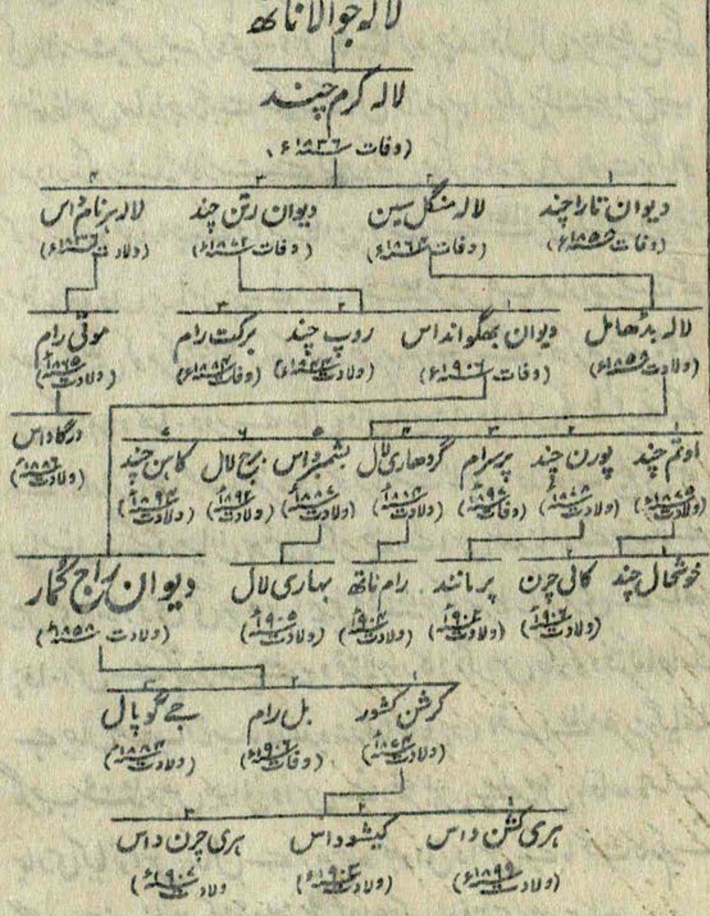

دیوان راج کمار داڑھی والے کا خاندان موضع پپیال سے جو لدھیانہ
اور پٹیالہ کے درمیان واقع ہے آیا تھا اور اسکے اراکین شاہنشاہان اسلام کے

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

لالہ بڈھامل رئیس لاہور

Lala Budha Mal, E.A.C., of Lahore.

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

CSL

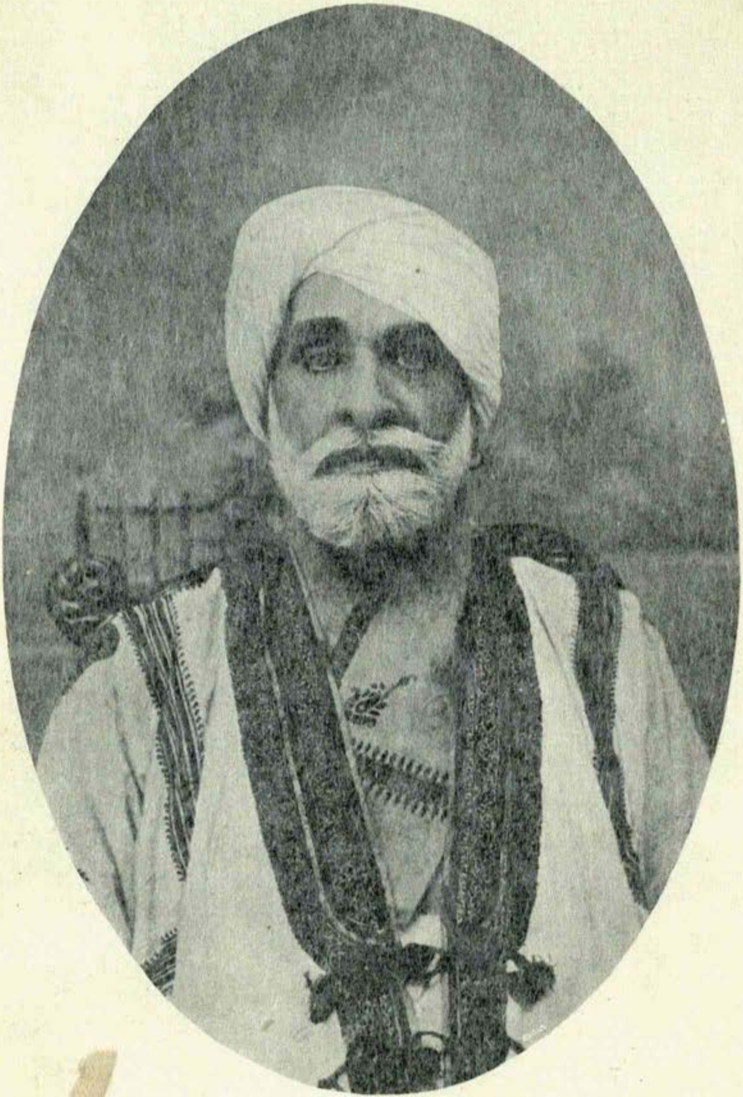

دیوان صاحب ہرنام داس رئیس لاہور

Diwan Sahib Harnam Das of Lahore.

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

وان بھگو داس داڑھی والا ئیس لا

Bhagwan Das Dahriwala of Lahore.

دیوان رتن چند داڑھی والا رئیس لاہور

Diwan Ratan Chand Dahriwala of Lahore.

دیوان راج کمار داڑھی والا رئیس لاہور

Diwan Raj Kumar Dahriwala of Lahore.

This plate represents Five Generations.

ہری کشن داس

Hari Kishan Das.

دیوان کرشن کشور داڑھی والا رئیس لاہور

Diwan Krishan Kishore Dahriwala of Lahore.

MINISTRY OF CULTURE • GOVERNMENT OF INDIA

CSL

ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ہے اور اس کی خدمات کے صلے میں اسے 'خانصاحب' کا خطاب عطا کیا گیا ہے۔ اس کے دوسرے بیٹے جلال الدین نے ایچیسن کالج میں تعلیم پائی اور ۱۸۹۹ء میں منصف مقرر کیا گیا۔ ۱۹۰۷ء میں اسے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے عہدے پر ترقی دی گئی اور اب وہ لاہور میں تعینات ہے۔

نورالدین کے چوتھے لڑکے فقیر حفیظ الدین نے بہت عرصہ پنجاب میں تحصیلدار رہنے کے بعد ۱۸۸۶ء میں پنشن لی۔ اس کا اکلوتا بیٹا محمد اقبال الدین ۱۸۸۱ء میں اور یہ خود ۱۸۹۹ء میں فوت ہوا۔

نوٹ۔ انگریزی کتاب چھپ چکی تھی کہ خان بہادر فقیر سید قمر الدین صاحب سی آئی ای کا ۱۹۱۰ء میں انتقال ہو گیا اور اب ان کی جگہ فقیر سید افتخار الدین جو عہدۂ سفارت کابل سے بڑی عزت کے ساتھ سبکدوش ہو کر ہندوستان واپس آگئے ہیں اور جنہوں نے اپنی اعلیٰ درجہ کی خدمات کے صلے میں سی۔ آئی۔ ای کا معزز خطاب حاصل کیا ہے اور ضلع ہوشیارپور کے افسر بندوبست مقرر ہوئے ہیں۔ بزرگ خاندان ہیں۔

(مترجم)

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

CSL

سر ایف کری صاحب بہادر رزیڈنٹ لاہور نے مہارانی کے ساتھ جانے کے لئے جو بنارس میں زیارت کرنے جاتی تھی اُسے قعینات کیا اور بعد ازاں وہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کے ذاتی عملے میں مقرر ہوا۔ ۱۸۵۲ء میں سر رابرٹ ایجرٹن صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر پنجاب نے اسے ۵۰۰ روپیہ کا خلعت دیا اور اسی سال اُس کو لاہور تحصیل میں سات سو گھماؤں افتادہ زمین کے حقوق مالکانہ عطا کئے گئے جہاں اس نے ایک موضع آباد کیا ہے جس کا نام اپنے دوسرے بیٹے کے نام پر جلال آباد رکھا ہے۔ اس کو ۱۸۸۳ء میں موضع مذکور میں حقوقِ جاگیر عطا کئے گئے جو اس کی وفات کے بعد اسکے بیٹے جلال الدین کو پہنچینگے۔ ۱۹۰۵ء میں اسے چناب نہر پر بھی دس مربعے اراضی عطا ہوئی۔ اب وہ ساٹھ روپیہ ماہوار پولیٹکل پنشن پاتا ہے چند سالوں تک یہ میونسپل کمیٹی لاہور اور ڈسٹرکٹ بورڈ کا ممبر رہا اور لاہور کے تمام آنریری مجسٹریٹوں میں سے پُرانا آنریری مجسٹریٹ ہے نیز پنجاب یونیورسٹی کا سب سے پُرانا فیلو اور پراونشل درباری ہے۔ ان تمام عہدوں پر اس نے بیش بہا خدمات کیں جن کے صلے میں ۱۸۸۷ء میں ملکہ معظمہ آنجہانی کی جوبلی کے موقع پر خان بہادر کا خطاب اور پہلی جنوری ۱۹۰۹ء کو سی۔ آئی۔ ای کا خطاب ملا۔ وہ لاہور میں جہاں تمام اقوام کے لوگ اس کو محبت اور عزت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں ہمیشہ صاحب رسوخ رہا جس کا اس نے استعمال اچھا کیا۔ وہ تواریخی معلومات کا خزانہ ہے اور گفتگو کرنے کے وقت لاہور کی گزشتہ شان و شوکت کی بڑی مزیدار کہانیاں سُناتا ہے۔ اس کی معزز وضع اور فرخندہ عادات دونوں پُرانے رئیسوں کی یادگار ہیں۔

اس کا سب سے بڑا لڑکا فقیر سید ظفر الدین لاہور میں ریلوے پولیس کا

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

بڑے لڑکے کی اولاد ہونے کی وجہ سے درحقیقت خاندان کا بزرگ ہے
مگر اس نے اپنے دادا کے بھائی فقیر سید قمر الدین کی جس کی لڑکی سے
اس کی شادی ہوئی ہے عزت اور محبت کے خیال سے یہ تجویز
منظور کر لی ہے کہ قمر الدین کی عین حیات تک اُسے درباروں میں قمر الدین
کے نیچے جگہ دی جاے اور اُسی کو خاندان کا بزرگ تسلیم کیا جاے۔ افتخار الدین
سنہ ۱۸۸۶ء میں سرکاری ملازمت میں داخل ہوا اور اسے ترقی دیکر سنہ ۱۸۹۹ء میں
اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بنایا گیا۔ چند سال پنجاب گورنمنٹ کا میر منشی رہنے
کے بعد اسے افسر مال بنا کر راولپنڈی تبدیل کیا گیا۔ بعد ازاں اُسی ضلع
کا اکسٹرا اسسٹنٹ سٹلمنٹ آفیسر بن گیا۔ سنہ ۱۹۰۶ء میں راجپوتانہ کی ریاست
ٹونک نے اس کی خدمات مانگ لیں جہاں یہ کونسل کا ریونیو ممبر مقرر رہا۔
اسی سال کے اخیر حصے میں ہز مجسٹی امیر افغانستان کے ہندوستان میں
آنے کے موقع پر گورنمنٹ نے اسے ہز میجسٹی کے عملے میں بطور اتاچی
کام کرنے کے لئے مامور کیا۔ پھر سنہ ۱۹۱۰ء میں اسے انگریزی سفیر کے
معتمد عہدے پر مقرر کرکے کابل بھیج دیا گیا جس پر وہ ابھی تک کام کرتا
ہے۔ اس کے قبضے میں قریباً ایک ہزار ایکڑ زمین لائلپور میں اور دوسو
ایکڑ لاہور میں ہے اور اس کا بھائی اقتدار الدین پولیس میں ہے ؁
فقیر نور الدین کا تیسرا بیٹا فقیر سید قمر الدین جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا
ہے خاندان کا بزرگ تسلیم کیا گیا ہے۔ وہ سنہ ۱۸۲۶ء میں پیدا ہوا۔ اور جب
بیس سال بعد لارڈ ہارڈنگ کو ہندوستان سے رخصت ہوتے الوداع
کرنے کے لئے وفد بھیجا گیا تو اپنے باپ کے ہمراہ قمر الدین بھی اس میں
شامل تھا۔ اس موقع پر اُسے نہایت نفیس خلعت ملا۔ سنہ ۱۸۴۹ء میں

وکالت شروع کی۔ دوسرے سال یہ نائب تحصیلدار ہو گیا اور جلدی ترقی کر کے تحصیلدار اور پھر محکمہ بندوبست کا سپرنٹنڈنٹ ہو گیا۔ ۱۸۸۲ء میں اسکو اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے عہدے پر ترقی دی گئی۔ چار سال بعد اس کی خدمات ریاست بھوپال نے مستعار لے لیں جہاں یہ ۵۰۰ روپیہ ماہوار پر نائب وزیر مال مقرر ہوا۔ ان اعلیٰ درجے کی خدمات کے صلے میں جنوری ۱۸۹۳ء میں اسے خان بہادر کا خطاب ملا۔ اپنے باپ کی وفات کے بعد اسے رکھ رائے ونڈ تحصیل لاہور کی قریباً ۹۰۰ ایکڑ اراضی بطور علی الدوام جاگیر مستقل طور پر دی گئی اور اسے اس قطعہ اراضی کے حقوقِ مالکانہ گورنمنٹ نے ۱۸۹۵ء میں باقاعدہ طور پر دئے۔ اس نے سید نجیب علی بخاری ساکن کانگل تحصیل بٹالہ کی لڑکی سے شادی کی اور ۱۸۹۹ء میں لاولد فوت ہوا۔

شمس الدین کا دوسرا بیٹا زین العابدین ۱۸۶۶ء میں وکیل بنا اور ۱۹۰۴ء میں لاولد فوت ہوا۔ شمس الدین کا تیسرا بیٹا شہاب الدین نائب تحصیلدار تھا اور تھوڑے تھوڑے عرصوں کے لئے لاہور کے مدرسوں کا ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ اور راوی کے پتن کا اورسیر بھی رہا۔ اس کا انتقال ۱۹۰۸ء میں ہوا اور اس کا اکلوتا بیٹا نجم الدین کرنال میں نائب تحصیلدار ہے۔

ظہور الدین کے اکلوتے بیٹے مرحوم نوبہار الدین نے دو لڑکے افتخار الدین اور اقتدار الدین چھوڑے جن کی تربیت ان کے دادا نے کی۔ بڑا فقیر سید افتخار الدین ظہور الدین کی وفات پر اس کی جگہ پراونشل درباری ہوا۔ اس خاندان کے اراکین کو دربار کی جتنی کرسیاں ملی تھیں اُن سب سے فقیر افتخار الدین کی جگہ اوّل ہے جو اپنے پڑدادا نور الدین کے سب سے

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بنایا گیا۔ ۱۸۸۳ء میں ۲۷ سال ملازمت کرنے
کے بعد ۳۱۵ روپیہ ماہوار پنشن پر اپنے عہدے سے علیحدہ ہوا اور یہ
پنشن ۱۲۰۰ روپیہ سالانہ خاندانی وظیفے کے علاوہ لیتا رہا۔ ۱۸۸۷ء میں
اسے گوجرانوالہ میں ۵۰۰ ایکڑ اراضی عطا کی گئی۔ یہ پراونشل درباری تھا۔
۱۸۹۳ء میں اس کا انتقال ہوا اور اس کا اکلوتا بیٹا نوبہار الدین جو
تحصیلدار تھا اس کے انتقال سے پہلے یعنی ۱۸۸۰ء میں فوت ہو گیا
تھا۔ ظہور الدین کی لڑکی کی شادی ۱۸۸۱ء میں فقیر قمر الدین کے بڑے
لڑکے ظفر الدین سے ہوئی جو اب ریلوے پولیس کا ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ہے۔

نور الدین کا دوسرا بیٹا فقیر شمس الدین سکھوں کی دوسری لڑائی کے
دوران میں قلعہ گوبند گڑھ کا تھانیدار تھا۔ اس عہدے پر رہ کر اس نے
سرکار انگریزی کی بڑی وفاداری کی اور قلعہ مذکور ایسے نازک وقت میں
انگریزی فوج کے حوالے کیا جبکہ اس کے ذرا سے تامل سے بھی برے نتائج
پیدا ہو جاتے۔ ۱۸۵۸ء میں اسے شاہدرہ کا تحصیلدار مقرر کیا گیا مگر صحت
کی خرابی کی وجہ سے دوسرے ہی سال اس کو اس عہدے سے مستعفی ہونا
پڑا۔ ۱۸۶۲ء میں شمس الدین شہر لاہور میں آنریری مجسٹریٹ اور میونسپل کمیٹی کا
ممبر مقرر کیا گیا۔ وہ بڑا مستعد اور فیاض آدمی تھا۔ چونکہ خود فارغ التحصیل تھا
اس لئے اپنے ہموطنوں کی ترقی تعلیم کی ہر تجویز میں ہمیشہ پیش قدمی کیا کرتا
تھا۔ یہ بہت کچھ اسی کی کوشش کا نتیجہ تھا کہ لاہور میں تعلیم نسواں الیسی عام
ہو گئی۔ نیز اس نے ایک علمی مجلس کے جو انجمن پنجاب کے نام سے مشہور
ہے قائم کرنے میں بڑی مستعدی سے حصہ لیا۔ فقیر شمس الدین ۱۸۶۲ء میں
تین لڑکے چھوڑ کر فوت ہوا۔ سب سے بڑے برہان الدین نے ۱۸۶۶ء میں

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

۹ مارچ کے عہدنامے پر دربار لاہور کی طرف سے دستخط کرنے والے گواہوں میں نورالدین بھی تھا اور دسمبر ۱۸۴۶ء میں جب وزیر راجہ لال سنگھ دغابازی کی وجہ سے معزول کیا گیا تو نورالدین اُس کونسل ریجنسی کا ایک ممبر مقرر ہوا جو مہاراجہ دلیپ سنگھ کے بالغ ہونے تک سلطنت کا انتظام کرنے کے لئے مقرر کی گئی تھی ۰

نورالدین اس کونسل کا کچھ زیادہ تیز اور چلتا ہوا ممبر نہ تھا لیکن نہایت بے غرض آدمی تھا۔ اور عموماً سوچ سمجھکر اور بہت معقول صلاح دیا کرتا تھا۔ وہ ہر موقع پر تیار رہتا تھا کہ سرکاری رزیڈنٹ کے لیے معاملات سہل ہوجائیں مگر ایسا کرنے میں اپنی سرکار کے فوائد کا خیال بھی پوری وفاشعاری کے ساتھ مدِ نظر رکھتا تھا۔ ۱۸۴۹ء میں گورنمنٹ عالیہ نے اس کے ۲۰۰۰۰ روپیہ سالانہ کی تمام جاگیریں اور وظیفے اسکی حین حیات کے لئے مستقل طور پر مقرر کردئے۔ اس کے دو بڑے لڑکوں ظہورالدین اور شمس الدین کو علے الترتیب ۱۲۰ روپیہ کی اور چھوٹے بیٹوں میں سے ہر ایک کو ۴۰۵ روپیہ کی نقد پنشنیں عطا کی گئیں۔ ۱۸۵۲ء میں ان کے باپ نورالدین کی وفات پر یہ پنشنیں بڑھا کر علے الترتیب ۱۲۰۰ روپیہ۔ ۴۰۰ روپیہ اور ۱۰۸۰ روپیہ کردی گئیں ۰

فقیر ظہورالدین نو عمر مہاراجہ دلیپ سنگھ کا اتالیق مقرر کیا گیا۔ اور مہاراجہ مذکور کے ساتھ فتح گڑھ گیا اور جس طرح سے اپنے فرائض منصبی ادا کئے وہ پورے اطمینان بخش تھے۔ ۱۸۵۴ء کے اخیر میں وہ پنجاب واپس آیا اور ۱۸۵۵ء میں چونیاں کا تحصیلدار مقرر کیا گیا۔ بعدازاں اس کی تبدیلی موگا اور پھر لاہور میں ہوئی۔ ۱۸۶۳ء میں اسے ترقی دیکر

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
ضلع لاہور

CSL

مطیع کرنے میں کچھ وقت پیش آئی سنہ ۱۸۱۲ء میں اسے جالندھر کا اور دوسرے سال سیالکوٹ۔ ڈسکہ۔ ہالووال اور وزیرآباد کا حاکم مقرر کیا گیا۔ پھر سنہ ۱۸۱۸ء میں لاہور بلایا گیا اور اس وقت سے اس کی نوکری عموماً دربار کے متعلق رہی۔ اور مختلف ذمہ داری کی خدمات پر مامور ہوتا رہا۔ وہ قلعے کے اسلاح خانے۔ شاہی محلات اور باغات کا افسر تھا۔ نیز مہاراجہ کے خیرات خانے کا مہتمم تھا اور شاہی خیرات مستحق آدمیوں کو بانٹا کرتا تھا۔ شاہی خزانہ یعنی موتی مندر کی ایک چابی اس کے پاس رہتی تھی اور دو اَور چابیاں مصر بیلی رام اور دیوان حکما سنگھ رکھتے تھے۔ سنہ ۱۸۲۶ء میں نورالدین کو پنڈ دادنخاں کے گرد و نواح کا علاقہ فتح کرنے کے لئے بھیجا گیا اور سنہ ۱۸۳۱ء میں یہ سید پور اور کھڈ میں راجہ گلاب سنگھ کو اس حصۂ ملک کی حکومت میں امداد دینے کے لئے گیا۔ نورالدین سرکار انگریزی کے ساتھ عہد و پیمان کرنے میں اپنے بھائی عزیزالدین کے ساتھ کام کرتا رہا۔ دونوں کے دلوں میں انگریزوں کی محبت تھی اور دونوں کی دلی خواہش یہ تھی کہ ہندوستان اور لاہور کی سلطنتوں میں گاڑھی دوستی رہے۔ ۱۹ ستمبر سنہ ۱۸۴۶ء کو جبکہ فوج خالصہ باغی ہوگئی اور خواہاں ہوئی کہ رانی اپنے بھائی اور شہزادہ پشاورا سنگھ کے قاتلوں کو ان کے حوالے کردے تاکہ وہ ان سے بدلہ لیں تو فقیر نورالدین۔ دیوان دیناناتھ اور سردار عطر سنگھ کالیاں والے کے ساتھ فوج کا غصہ کم اور جوش دھیما کرنے کے واسطے بھیجا گیا۔ اس سفارت کا کچھ بھی فائدہ نہ ہوا اور ایلچیوں میں سے صرف نورالدین ہی تھا جس کو فوج نے بے عزتی کرنے اور دھمکی دینے کے بغیر لاہور آنے کی اجازت دے دی۔ ستلج کی لڑائی کے بعد

قلعۂ مذکور کے نواحی علاقے کا ناظم تھا اس کے ساتھ بارود خانہ - سلح خانہ اور شاہی اصطبل کا افسر تھا - امرتسر کی ملازمت میں مشغول رہنے کی وجہ سے وہ میدان جنگ میں بہت خدمات نہ کرسکا مگر اُس فوج میں موجود تھا جو مائی سدا کور اور کنہیوں کے قلعوں کو فتح کرنے کے لئے بھیجی گئی تھی نیز اس نے ایک یا دو اور چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں بھی خدمات کیں - اور سنہ ۱۸۴۴ء میں ایک لڑکا تاج الدین نامی چھوڑ کر فوت ہوا جو اس کے ساتھ گوبندگڑھ کا حاکم تھا اور اس کے بعد صرف دو سال جیتا رہا - تاج الدین کے بیٹے معراج الدین نے سید قاسم شاہ رئیس لاہور کی لڑکی سے شادی کی - اسے پانچسو روپیہ سالانہ وظیفہ ملتا تھا اور اس کے باپ کی بیوہ کو ۲۶۰ روپیہ سالانہ کی حین حیات پنشن ملتی تھی - سنہ ۱۸۹۹ء میں اس کا انتقال ہوا اور اس کا بیٹا سعید الدین اب پنجاب میں منصف ہے ٭

فقیر نور الدین میں اپنے بھائی عزیز الدین کی سی نہ تو قابلیت تھی اور نہ حوصلہ - گو اور بہت صفتوں میں اُس کے مشابہ تھا - اسکی اوائل زندگی عبادت میں گزری یہاں تک کہ سنہ ۱۸۱۱ء میں رنجیت سنگھ نے جسے عزیز الدین سے خاص اُنس پیدا ہو گیا تھا اُسے دربار میں بُلا بھیجا اور دھنّی کے علاقہ کا اہتمام اس کے سپرد کیا - اس نے اس عہدے پر اچھا کام کیا اور بعد ازاں گجرات بھیجا گیا جہاں اسے چبّوں کو

(بقیہ حاشیہ) حاکم رہا - اس کے بعد صوبہ سنگھ رئیس باگڑیاں مقرر ہوا اور سنہ ۱۸۴۲ء تک یہاں ناظم رہا پھر بٹالے کا ایک برہمن سرمکھ سنگھ نامی مقرر ہوا - اس ناظم کے زمانے میں ایک شاہی قیدی دریا خاں نامی بھاگ گیا جس کی وجہ سے سنہ ۱۸۴۷ء میں سرمکھ سنگھ کی جگہ فقیر نور الدین کا لڑکا شمس الدین مقرر ہوا ٭

268

نواب کے ماموں آزاد خاں سے جھگڑ پڑا اور نواب نے اپنے رشتہ دار کی طرفداری کی جس پر سراج الدین بہاولپور چھوڑ دینے پر آمادہ ہو گیا مگر نواب نے اس کے پاس کئی سیدوں کو بھیجا جنہوں نے قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی کہ نواب کا ارادہ اس کو ایذا پہنچانے کا نہیں ہے اس لئے وہ بہاولپور میں ہی رہنے کے لئے تیار ہو گیا مگر دو یا تین دن کے بعد اس کا مکان فوج نے گھیر لیا اور سراج الدین کو اطلاع کی کہ وہ قیدی ہے اور اسے ہتھکڑیاں لگوانے پر راضی ہو جانا چاہئے مگر اس نے بغیر حملے کے اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آخر کار گھر پر یورش کر دی گئی۔ ان دونوں بھائیوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا مگر اُن کے پاس اسلحہ قریب قریب بالکل ہی نہ تھے۔ سراج الدین دشمنوں کے افسر اعلےٰ کو اپنے ہاتھ سے قتل کر کے خود بھی گولی سے مر گیا۔ شاہ نواز خاں سخت زخمی ہو کر پکڑا گیا اور قید خانے میں ڈال دیا گیا اور آٹھ مہینے تک جب تک کہ اس کے باپ نے ۸۰۰۰ روپیہ دیکر اسے چھڑا نہ لیا قید خانے میں ہی رہا۔

فقیر عزیز الدین کی زندگی میں اس کے بھائی اس سے کمتر درجے کے کام کرتے رہے مگر یہاں اُن کا کچھ نہ کچھ ذکر کرنا چاہئے کیونکہ دونوں کسی قدر مقتدر آدمی تھے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد حکومت کے زیادہ حصے میں فقیر امام الدین امرتسر کے مشہور و معروف قلعہ گوبند گڑھ* کا محافظ اور

* گوبند گڑھ کا پہلا تھانیدار یا ناظم سردار شمیر سنگھ ہو ضلع ٹھیٹھر ضلع لاہور والا تھا۔ اس نے رنجیت سنگھ کے حکم سے قلعۂ مذکور کو بہت کچھ دوبارہ تعمیر کیا۔ شمیر سنگھ کے بعد فقیر امام الدین مقرر ہوا جو اپنے بیٹے تاج الدین کے ساتھ مہاراجہ شیر سنگھ کے عہد حکومت تک قلعہ مذکور کا

۱۸۵۸ء میں اُس کے لاولد فوت ہونے پر گورنمنٹ نے ضبط کرلی ؛

فقیر عزیزالدین کا سب سے بڑا لڑکا نصیر الدین ۱۸۱۴ء میں جبکہ بالکل نوجوان تھا مارا گیا۔ ایک پوربیا سپاہی جس کو فقیر امام الدین نے کسی قصور پر موقوف کردیا تھا بدلہ لینے کے ارادے سے لاہور پہنچا اور غلام محی الدین کی دُوکان پر آکر کچھ بیماری بیان کرکے علاج کرانا چاہا۔ نوجوان نصیر الدین جو اپنے دادا کو کاروبار میں مدد دیا کرتا تھا سپاہی مذکور کو اندر کے ایک کمرے میں لے گیا جہاں آخرالذکر نے تلوار نکال کر لڑکے کو کاٹ ڈالا۔ غلام محی الدین اپنے پوتے کی چیخیں سُن کر دوڑا اور مقفل کمرے کے دروازے کو کلھاڑے سے توڑ قاتل پر جھپٹا۔ گو چھین جھپٹ میں اس کو بھی سخت زخم آگئے مگر اس نے سپاہی کا ہتھیار چھین لیا اور اُس کو کھڑکی سے گلی میں پھینک دیا جہاں غضب آلود لوگوں نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا نصیر الدین اس واقعہ کے تھوڑے دن بعد بیمار رہ کر مرگیا ؛

عزیزالدین کے لڑکوں میں سے صرف ایک چراغ دین تھا جس نے اولاد چھوڑی۔ اُس کا بڑا بیٹا سراج الدین بھی اُسی طرح قتل ہوا جس طرح نصیر الدین۔ نوجوان سراج الدین بہاول خاں نواب بہاولپور کی جس کے بعد اُس کا منظورِ نظر لڑکا صادق محمد خاں جانشین ہوا ملازمت میں تھا یہ نیا بادشاہ اپنے بھائی حاجی خاں کو جو اس کی جانشینی کے وقت قید خانے میں تھا ماردینا چاہتا تھا مگر سراج الدین اور دادپوترے اس کی طرفداری پر تھے چنانچہ انہوں نے اس کی خاطر شورش کرکے اسے تخت پر بٹھادیا اس کے شکرانے میں حاجی خاں نے سراج الدین کو اپنا وزیر اور اُسکے بھائی شاہ نواز خاں کو سپہ سالار بنادیا مگر اسکے تھوڑا ہی عرصہ بعد سراج الدین

در دینِ سالکانِ طریقت بود گناہ
آخر بناں برآب بود گرچہ در جہاں
بیہودہ دعوی است کہ چوں تارِ عنکبوت
چوں جملہ کارہا متعلق بفضلِ اوست

داند اگر کسے بمثل این چنیں مہم
گوئی کہ زال و رستم و سہراب بزنم
برخود روی ہر آں چہ خیالات بر تنم
بہتر کہ بعد ازیں دمِ آزادگی زنم

فقیر عزیز الدین کے چھ بیٹوں میں سے اب کوئی بھی زندہ نہیں ہے شاہ دین جو ۱۸۴۲ء میں فوت ہوا ۱۸۳۶ء میں دربار لاہور کی طرف سے ایجنٹ مقرر ہو کر سرکاری پولیٹکل آفیسر کے پاس لدھیانہ میں رہا کرتا تھا اور دو سال بعد فیروز پور میں وکیل مقرر کر دیا گیا تھا فقیر چراغ دین کو ۱۸۳۹ء میں جسروٹہ کا گورنر بنایا گیا اور تھوڑے ہی عرصہ بعد شہزادہ کھڑک سنگھ کی مصاحبت میں رکھا گیا۔ وہ ۱۸۴۲ء میں اپنے بھائی کی جگہ فیروز پور میں وکیل بنایا گیا اور بعدازاں اسی عہدہ پر کونسل ریجنسی میں مامور کیا گیا۔ جمال الدین تحصیلدار حافظ آباد کی حیثیت میں سرکار انگریزی کی ملازمت میں داخل ہوا۔ بعدازاں وہ گوجرانوالہ تبدیل کیا گیا اور ۱۸۶۴ء میں پنجاب گورنمنٹ کا میر منشی بنا دیا گیا۔ ۱۸۷۰ء میں اسے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری عنایت ہوئی۔ مگر صحت خراب ہونے کی وجہ سے ۱۸۸۳ء میں اسے سو روپیہ ماہوار پنشن لیکر اپنے عہدے سے علیحدہ ہونا پڑا جو یہ اپنے ہزار روپیہ پولیٹکل وظیفے کے ساتھ لیتا رہا۔ ۱۸۸۳ء میں اسے لاہور کا سب رجسٹرار بنایا گیا اور دوسرے ہی سال اسے پورے اختیارات مجسٹریٹی دے کر آنریری اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مقرر کیا گیا۔ یہ پنجاب یونیورسٹی کا فیلو اور پراونشل درباری تھا اور ۱۸۹۴ء میں لاولد فوت ہوا۔ عزیز الدین کے سب سے چھوٹے بیٹے رکن الدین کو بھی ہزار روپیہ سالانہ پنشن ملتی تھی جو

مجھے دونوں کناروں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا "۔

فقیر عزیزالدین اپنے زمانے میں نہایت فصیح شخص مشہور تھا اور اُس کی تحریر بھی ایسی زبردست تھی جیسی کہ تقریر۔ سرکاری کاغذات جو اُس نے اور اُس کے بھائی نورالدین نے مرتّب کئے تھے مشرقی نقطۂ خیال سے فصاحت اور خوش مذاقی کا نمونہ ہیں۔ فقیر عزیزالدین جملہ فروع علوم مشرقی میں کامل دستگاہ رکھتا تھا اور نیز تعلیم کا ایک فیاض اور ممیز حامی تھا۔ لاہور میں اس نے اپنے خرچ سے فارسی اور عربی کی تعلیم کا ایک کالج کھولا اور پنجاب کے بہت سے عربی دانوں نے اسی کالج میں تعلیم پائی ۔

بزمِ شعرا میں عزیزالدین کو اعلےٰ جگہ دینی چاہئے۔ اُسکی صوفیانہ فارسی نظمیں بڑی خوبی کی ہیں اور سادگی اور فصاحت کے لحاظ سے یکتا ہیں۔ چند شعر (جن کا حرف بحرف ترجمہ صوفیوں کی مذہبی نظم کا نمونہ دکھانے کے لئے اصل انگریزی کتاب میں دیا گیا ہے) نمونۃً یہاں بھی درج کئے جاتے ہیں :۔

چوں سایۂ درخت ندارد جہاں قرار	اے دل اگر نگاہ نمائی باعتبار
در عالمِ خیال ترا اضطرار چیست	در کارہائے خویش نداری چو اختیار
بگزار کارِ خود بخداوندگارِ خویش	خود را بہ پرورندۂ خود ہم ز دل سپار
تا وقتِ فیض مے نہ رسد صبر پیشہ کن	بر نعمتے کہ دست دہد شکر کن ہزار
دستِ بگوش کردہ ز اندیشہائے دہر	آزاد باش در کرمے حق امیدوار

دیگر

گویم اگر من از سرِ غفلت کہ من منم	نزدیکِ اہلِ معرفت آید ہے صنم

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

دانائی اور تدبر سے حاصل ہوئی کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے اختتامِ عہد تک سرکار انگریزی اور سرکار لاہور میں نہایت قلبی دوستی رہی ✤

فقیر عزیز الدین کے ایسے اچھے اوضاع اور کامل درباریوں کے سے اطوار تھے کہ سوائے چند آدمیوں کے کوئی اس کا علانیہ دشمن نہ تھا۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ باطن میں بہت لوگ اسکے جاہ و اقتدار کا حسد ضرور رکھتے تھے۔ اس کی ہردلعزیزی کی ایک وجہ وہ بے تعصبی تھی جو وہ بہ حیثیت مسلمان ہونے کے ہندو دربار میں برتتا تھا۔ وہ صوفی٭ مشرب آدمی تھا۔ اور گو یہ فرقہ قدامت پسند مسلمانوں کی نظر میں لامذہب سا ہوتا ہے مگر دراصل مشرق کے سب سے اچھے حکیم اور شاعر اسی فرقے کے افراد تھے فقیر عزیز الدین تمام مذاہب کی ایک سی عزت یا ایک سی بے پروائی کرتا تھا۔ ایک موقع پر رنجیت سنگھ نے اس سے پوچھا کہ وہ کس مذہب کو پسند کرتا ہے آیا ہندو مذہب قابل ترجیح ہے یا مسلمان؟ اس نے جواب دیا "میں اُس آدمی کی طرح ہوں جو بڑے دریا میں تیر رہا ہو۔ میں زمین کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھتا ہوں اور

٭ فرقہ صوفی مسلمانوں میں ایک فرقہ فقرا کا ہے جن کے مسائل بعید الفہم ہیں۔ ممالک مشرقی میں ہر جگہ کم وبیش صوفی پھیلے ہوئے ہیں۔ ایران کئی صدیوں تک اس فرقے کا صدر مقام رہا ہے مگر پنجاب میں علانیہ صوفی کمیاب ہے۔ تاہم صوفیوں کے تصوف کے مسائل ہر ایک جگہ ایک سے ہیں۔ ہندوؤں کے ویدانت کے مسائل اور مسائلِ تصوف میں فقط نام ہی کا فرق ہے اور وہ اصول جن پر سری گورونانک جی نے سکھ مذہب کی بنیاد رکھی تھی بالکل ویسے ہی ہیں جو محمود یا حافظ یا خود فقیر عزیز الدین کی تصانیف خالص صوفیہ میں پائے جاتے ہیں ✤

مہاراجہ شیر سنگھ کی وفات کے بعد فقیر نے پالیٹکس میں بہت کم دخل دیا۔ اُس کی صحت بگڑ گئی تھی۔ اور بینائی گھٹتی جاتی تھی اور چونکہ فوج کی طاقت اور بے پرواہی بڑھتی جاتی تھی اس لئے روز بروز اس کا رعب و داب کم ہوتا جاتا تھا۔ اس کو اچھی طرح سے معلوم تھا کہ فوج کے جذبات ناجائز کا نتیجہ کیا ہوگا اور جواہر سنگھ اور لال سنگھ کی اُس پالیسی کے خلاف جس سے ظاہر تھا کہ سب آپ ہی آپ مارے جائینگے بڑے زور سے رائے دیتا تھا جو افسوس ہے کہ رائگاں جاتی تھی۔ اس کا آخری کام سرکار انگریزی کے خلاف ستلج کی طرف جو سکھ فوج کوچ کر گئی تھی اُسکو واپس بلانے پر اصرار تھا اور پیشتر اُس کے کہ اُس سلطنت پر جس کی اس نے اتنے عرصے تک اور ایسی وفاداری سے خدمت کی تھی تباہی آئے وہ ۳ دسمبر ۱۸۴۵ء کو دنیائے دنی سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوا +

فقیر عزیز الدین مہاراجہ رنجیت سنگھ کے تمام مشیروں میں سب سے زیادہ قابل اور واقعی سب سے زیادہ دیانتدار تھا۔ رنجیت سنگھ کو اپنے وزرا کے انتخاب کرنے کی بڑی لیاقت تھی اور اس کے لمبے عہد سلطنت میں اس کا الطاف اور عنایت فقیر عزیز الدین کی نسبت کم نہ ہوئی کیونکہ فقیر کی طرف سے کبھی کسی قسم کی بے اعتدالی یا بد عہدی ظہور میں نہ آئی۔ اپنے ملک یا غیر ملک کے پالیٹکس میں بہت کم معاملات ایسے تھے جن میں مہاراجہ نے اس کی صلاح نہ لی ہو اور سرکار انگریزی کے ساتھ عہد و پیمان کرنے کی کارروائی تو قریباً بالکل اسی کے ہاتھ میں تھی اور اس میں شک نہیں کہ یہ بات بہت کچھ فقیر عزیز الدین کی ہی

271

وہ اپنے ہی خیمے میں رہا اور ملاقات جس کے لئے یہ گیا تھا بالکل نہیں ہوئی۔ لارڈ النبرا نے یہ سمجھکر کہ سردار نے یہ حرکت عمداً کی ہے کیفیت طلب کی۔ چنانچہ فقیر عزیزالدین شہزادہ پرتاب سنگھ۔ راجہ ہیرا سنگھ اور دوسرے سرداروں کے ساتھ فیروزپور پہنچا جہاں افواج سکھ اور انگریزی دونوں کا جائزہ اور ایک بڑا دربار منعقد ہوا۔ عزیزالدین نے اس ظاہرا بداخلاقی کا جو مجیٹھیہ سردار سے ہوئی تھی خوبی اور وضاحت سے ذکر کیا جس پر گورنر جنرل بہادر اس قدر خوش ہوئے کہ انہوں نے بھرے دربار میں فقیر کو "دونوں ریاستوں کی دوستی کا محافظ" خطاب کیا۔ اور اپنی جیب سے طلائی گھڑی نکال کر اسے عطا کی۔ یہ عطیہ جسکی قدر دوسرے تمام خلعتوں سے زیادہ کی جاتی تھی فقیر جمال الدین کے پاس اُس کے فوت ہونے تک موجود تھی *

شیر سنگھ کی حکومت کے اخیر سال میں فقیر عزیزالدین مہاراجہ کی نظروں سے گر گیا۔ اس پر شبہ کیا جاتا تھا کہ یہ راجگان جموں کا دوست ہے جن سے مہاراجہ (گو اُن کا مقابلہ نہ کرسکتا تھا) متنفر تھا حقیقت یہ تھی کہ راجہ دھیان سنگھ جانتا تھا کہ فقیر عزیزالدین کی قابلیت سے فائدہ اُٹھانا اُس کے لئے ضروری ہے اور بلاشبہ لاہور کے وزیر کی وزارت فقیر کی اعانت کے بغیر نہ چل سکتی تھی۔ عزیزالدین نے راجہ دھیان سنگھ سے سردار چیت سنگھ کے قتل پر جو فقیر کا خاص دوست تھا بڑی مشکل سے مصالحت کی مگر معلوم ہوتا ہے کہ اسے آخرکار یقین ہوگیا تھا کہ فقط ڈوگرے راجہ ہی ملک کو درہم برہم ہونے سے بچا سکتے ہیں اور اسی یقین کی وجہ سے وہ ان کا شریک ہوگیا تھا *

سے لدھیانہ میں وکیل تھا لکھا کہ کلارک صاحب سے اس معاملے کی پھر سلسلہ جنبانی کرے اور باوا بھاں سنگھ کو جو مہاراجہ کا معتمد علیہ تھا عہد و پیمان کرنے کے لئے بُلا بھیجے مگر کلارک صاحب بہادر نے پھر اپنی طرف سے تحریک کرنی مصلحت نہ سمجھی اور دانشمندی سے یہ تجویز موقوف کر دی گئی ٭

اس زمانے کے قریب عزیز الدین کو ایک صدمہ پہنچا جس سے اس کی جان کا اندیشہ ہو گیا۔ یعنی یہ کہ وہ شاہ بلاول کے مقام پر دیوان بشن سنگھ کے پاس دربار میں بیٹھا تھا اور جب اپنی جگہ سے اُٹھا تو اتفاقاً دیوان کی تلوار اس کے لگ گئی اور فقیر کی ٹانگ سخت زخمی ہو گئی۔ اس زخم سے اُس کا اتنا خون بہا کہ غش کی نوبت ہو گئی اور گزاز ہو جانے کا اندیشہ ہو گیا مگر آہستہ آہستہ اُسے افاقہ ہوا اور اس حادثے کے سبب سے اُسے دربار کی حاضری میں کمی کر دینے کا عذر مل گیا کیونکہ وہ دوسرے وزیروں کی طرح فوج کی دشنام اور زیادتیوں سے ڈرتا تھا ٭

فروری سنہ ۱۸۴۱ع میں عزیز الدین کو مہاراجہ نے ماکھو کی طرف جو ستلج کے جنوبی کنارے پر واقع ہے مسٹر کلارک سے ملنے کے لئے بھیجا جو لاہور کی طرف مہاراجہ کی گدی نشینی کی مبارکباد دینے اور کھڑک سنگھ کی وفات کا افسوس کرنے آ رہا تھا ٭

دسمبر سنہ ۱۸۴۲ع میں سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ کو دربار لاہور نے لارڈ النبرا کی خدمت میں جو انگریزی فوج کے ساتھ فیروزپور میں موجود تھے حاضر ہونے کے لئے روانہ کیا۔ کسی غلط فہمی کے سبب سردار کو یہ اُمید تھی کہ گورنر جنرل کا ایجنٹ اسے سرکاری کیمپ میں لے جائیگا اس لئے

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

GL

انگریزی فوج کے ساتھ پنجاب کے میدانی ملک میں خالصہ فوج کو مطیع کر لینا یا اگر وہ مقابلہ کریں تو اُن کو تتر بتر کر کے شیر سنگھ کو تخت پر بٹھا دینا ممکن ہے۔ سرکار انگریزی کی فوج مہاراجہ کو ان شرائط پر مدد دیگی کہ ستلج کا جنوبی علاقہ لاہور سرکار انگریزی کو دے دیا جاے اور لڑائی کے اخراجات میں ۴۰۰۰۰۰۰ روپیہ ادا کئے جائیں۔ فقیر اور اُس کے ساتھی منشی دین محمدؐ کو یہ اختیار نہ تھا کہ ایسا اہم معاملہ جیسا کہ یہ تھا خود ہی طے کر لیتے اور چونکہ یہ معاملہ لکھکر بھی نہ بھیج سکتے تھے اس لئے انہوں نے مہاراجہ سے مشورہ کرنے کے لئے لاہور آنے کی اجازت چاہی اور وعدہ کیا کہ آٹھ دن کے بعد واپس آجائینگے۔ مگر عزیز الدین بالکل نہیں گیا اور شاید اُس کا ایسا کرنے کا ارادہ بھی نہ تھا۔ در اصل مہاراجہ کو اپنی فوج کی نسبت انگریزی فوج کا زیادہ ڈر تھا اور باوجود اس کے کہ فوج خالصہ نے سنڈی میں بلوہ کر دیا تھا اس نے ایجنٹ کو لکھ بھیجا کہ ہر ایک قسم کا بلوہ فرو کر دیا گیا ہے اور فرمانبردار اور نمک حلال فوج خالصہ انگریزوں کے دشمنوں کے ساتھ لڑنے کے لئے روانہ ہونے کو تیار ہے٭۔

شیر سنگھ کو یہ خوف تھا کہ جب انگریزی فوج نے لاہور پر ایک دفعہ قبضہ کر لیا تو پھر اسے کبھی نہ چھوڑیگی۔ فقیر عزیز الدین جو گورنمنٹ انگریزی کی پالیسی کو مہاراجہ سے زیادہ سمجھتا تھا یہی کہتا رہا کہ سرکار انگریزی کی مداخلت ہونی بہتر ہے اور اپنے فرزند شاہ دین کو جو لاہور کی طرف

٭ گورنمنٹ عالیہ نے مسٹر کلارک کے انتہائی خیالات منظور نہیں کئے تھے اور اس قسم کی مداخلت سے تاوقتیکہ پنجاب کی حالت ایسی نہ ہوجاے کہ بغیر دخل دئے کوئی چارہ نہ ہو انکار کر دیا تھا۔

مہاراجہ سے کی۔ اسی سال ستمبر میں فقیر رائے گوبند داس کے ساتھ مسٹر کلارک کے پاس خدمت رازداری پر غلزئی اور بارک زئی قبائل کے معاملات کے متعلق گفتگو کرنے بھیجا گیا۔ نیز اس خدمت میں ۱۸۳۸ء کے اُس عہدنامۂ سہ گانہ کے فقرۂ اوّل کی تشریح بھی داخل تھی۔ جو سکھوں کی علاقہ جات یوسف زئی و سوات میں بعض حرکتوں سے کچھ مشکوک ہو گئی تھی۔

کھڑک سنگھ اور نونہال سنگھ کی وفات کے بعد جو سازشیں شروع ہوئیں اُن میں سے کسی میں بھی فقیر نے سرگرمی سے حصّہ نہیں لیا۔ بیشک راجہ دھیان سنگھ اس کی ہمیشہ صلاح لیتا رہا اور یہ دونوں اُس انتظام میں شریک تھے جس سے مائی چاند کور شہزادہ نونہال سنگھ کی بیوہ صاحب کور کے ایام حمل کے زمانے میں نائب السلطنت مقرر کی گئی تھی۔ عزیز الدین کو خوب معلوم تھا کہ اس انتظام سے کامیابی نہیں ہوگی اس وجہ سے یہ شہزادہ شیر سنگھ سے ہر ایک طرح ہمدردی کرتا تھا مگر اس کا بڑا رسوخ صیغۂ خارجہ میں تھا اور اپنے ملک کے پالیٹکس کے متعلق یہ اس موقع پر دربار میں شاذ و نادر ہی رائے دیتا تھا۔

جب شیر سنگھ تخت پر بیٹھا تو اس نے عزیز الدین کے ساتھ نہایت مہربانی سے سلوک کیا اور مارچ ۱۸۴۱ء میں اسے لدھیانہ میں مسٹر کلارک کے پاس یہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ آیا سرکار انگریزی مہاراجہ کی فوج کو مطیع کرنے میں مدد دیگی یا نہیں۔ مسٹر کلارک اس امر کے خلاف نہ تھے۔ ستلج کی لڑائی میں تجربہ ہونے سے پہلے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ سکھ لوگ میدان کے بہادر نہیں ہیں اور مسٹر کلارک کا خیال تھا کہ ۱۲۰۰۰

فیروزپور کے مقام پر ملا اس نظارے کی شان و شوکت روپڑ کی ۱۸۳۱ء کی ملاقات کے اُس نظارے سے بھی بڑھی ہوئی تھی جو "ملاقاتِ میدانِ پارچہ زرفشاں" کہلاتی تھی۔ تھوڑی مدت بعد لارڈ آکلینڈ نے مہاراجہ سے لاہور اور امرتسر میں ملاقاتِ بازدید کی اور ان دونوں مواقع پر فقیر عزیزالدین ہر ایک کام میں پوری توجہ کرتا رہا اور اپنے آقا کی طرف سے جو بہت بیمار تھا نہایت خوش اسلوبی سے مراسم مہمانداری ادا کئیں۔

۲۷ جون ۱۸۳۹ء کو رنجیت سنگھ کا انتقال ہوگیا۔ اخیر وقت تک فقیر عزیزالدین جو اُس کا سب سے زیادہ جاں نثار نوکر اور سب سے زیادہ وفادار دوست تھا اُس کے پاس رہا۔ اور اپنے ہاتھ سے اُسکو دوائی دیتا رہا اور مختلف اطراف کی خبریں دیتا رہا جن کے سُننے کا مہاراجہ مشتاق تھا۔ مہاراجہ کھڑک سنگھ کی گدّی نشینی پر عزیزالدین اور سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ کو عہدناموں کی تجدید کے لئے جو سرکار انگریزی اور مہاراجہ کے مابین ہوئے تھے شملہ بھیجا گیا۔ ابھی یہ شملہ ہی میں تھے کہ کھڑک سنگھ کے وزیر اور منظورِ نظر سردار چیت سنگھ کے قتل ہونے کی اور شہزادہ نونہال سنگھ کے حکومت حاصل کرنے کی خبر پہنچی۔ اس خبر سے شملہ میں کچھ تامّل کیا گیا مگر آخرکار عہدنامہ کی تجدید ہوگئی اور ایلچی لاہور واپس آگئے۔

کھڑک سنگھ کی سلطنت کے زمانے میں عزیزالدین کا رسوخ دربار میں کچھ ایسا کم نہ ہوا جو محسوس ہوتا۔ مئی ۱۸۴۰ء میں دربار نے اسے مسٹر کلارک سے ملاقات کرنے کے لئے فیروزپور بھیجا اور اُس نے وہاں اُس ملاقات کا انتظام کیا جو افسر مذکور نے لاہور میں اُسی مہینے

فقیر کپورتھلہ - جنڈیالہ - ہوشیارپور اور فتح سنگھ اہلووالیہ کی جو انگریزوں سے پناہ مانگنے ستلج پار بھاگ گیا تھا این روے ستلج کی جائداد کا حاکم رہا۔

اپریل ۱۸۳۱ء میں عزیزالدین سردار ہری سنگھ نلوہ اور دیوان موتی رام کے ہمراہ لارڈ ولیم بنٹنک بالقابہ کو مہاراجہ کا سلام پہنچانے شملہ بھیجا گیا۔* ان ایلچیوں کا بڑی عزت کے ساتھ استقبال ہوا اور مہاراجہ اور گورنر جنرل کی ملاقات کا انتظام کیا گیا جو اسی سال کے اکتوبر کے مہینے میں بمقام روپڑ ہوئی ؁

مئی ۱۸۳۵ء میں جب امیر دوست محمد خاں ایک بڑی فوج کے ساتھ کابل سے یہ ارادہ کرکے آیا کہ علاقۂ پشاور سکھوں کے ہاتھ سے لے لے تو فقیر عزیزالدین پشاور میں موجود تھا اسے سفیر اعلےٰ بنا کر افغانوں کے کیمپ میں بھیجا گیا اور اُس نے امیر کو اتنے عرصے تک کامل طور پر دم جھانسے میں رکھا کہ سکھوں نے کابلی فوج کو قریباً چاروں طرف سے گھیر لیا اور افغانوں کو عجلت کے ساتھ کابل کی طرف واپس ہونا پڑا۔ فقیر کی اس برمحل ہوشیاری سے مہاراجہ اس قدر خوش ہوا کہ اُس کی کیمپ کو واپسی پر عزت افزائی کے لئے توپوں کی سلامی کرنے کا حکم دیا ؁

نومبر ۱۸۳۸ء میں جبکہ انگریزی فوجیں کابل کی لڑائی کے لئے جمع ہو رہی تھیں تو مہاراجہ لارڈ آکلینڈ صاحب بہادر بالقابہ گورنر جنرل سے

---

* شملہ کی اس ملاقات میں ایک انگریز افسر نے فقیر عزیزالدین سے پوچھا کہ مہاراجہ کس آنکھ سے کانا ہے۔ اس نے جواب دیا :- "مہاراجہ کے چہرے کا جلال ایسا ہے کہ میں کبھی یہ بات معلوم کرنے کے لئے اس کو قریب سے نہیں دیکھ سکا"

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

کی دانائی اور دور اندیشی کی قدر کرتا تھا اور تمام مواقع پر اس کی صلاح لیتا تھا اور اس زمانے سے لیکر اپنی حکومت کے اخیر زمانے تک اس نے عزیزالدین کی صلاح کے خلاف کبھی کوئی اہم کام نہیں کیا۔ اہل یورپ اور سرکار انگریزی کے ساتھ جو معاملہ پڑتا تھا اس میں عزیزالدین خاص طور پر مقرر کیا جاتا تھا اور اسی کے عاقلانہ مشوروں کا سبب تھا کہ مہاراجہ کی طویل مدتِ حکمرانی کے دوران میں اس کی سرکار انگریزی کے ساتھ ایسی گاڑھی دوستی رہی۔ اس کی وفاداری پر مہاراجہ کو ایسا پکا بھروسہ تھا کہ وہ صرف فقیر کو چند اردلیوں کے ساتھ لاہور کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر اپنی ساری فوج سمیت دُور دُور کی لڑائیوں پر چلا جاتا تھا +

کئی موقع پر عزیزالدین کو فوجی خدمات انجام دینے کے لئے مامور کیا گیا۔ سنہ ۱۸۱۰ء میں اسے صاحب سنگھ بھنگی کا علاقہ گجرات رنجیت سنگھ کے علاقے کے ساتھ ملحق کرنے کے لئے بھیجا گیا پھر سنہ ۱۸۱۳ء میں جب جہاندادخاں نے علاقہ اٹک مہاراجہ کے حوالے کیا تو فقیر عزیزالدین کو دیوان دین داس سکھدیال اور سردار موتا سنگھ کے ہمراہ اہل قلعہ کو امداد پہنچانے اور ضلع میں امن قائم کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ سنہ ۱۸۱۹ء میں اسے ایلچی بنا کر بہاولپور کے دربار میں بھیجا گیا جہاں اس کا بڑی عزت سے استقبال ہوا۔ یہ اُس فوج کے ہمراہ تھا جسے کانگڑہ کے خلاف بھیجا گیا تھا اور سنہ ۱۸۲۶ء میں جب دیوان کرپارام مہاراجہ کی نظروں میں بے عزت ہوگیا تو فقیر عزیزالدین اس سے قلعہ پھلور لینے کے لئے مقرر ہوا جس کو اس نے اُس وقت تک اپنی تحویل میں رکھا جب تک کہ اس پر سردار دیسا سنگھ مجیٹھیہ افسر کر کے نہ بھیج دیا گیا اور اس کے تھوڑا ہی عرصہ پہلے

GSL

لڑکی سے اس کی شادی کردی - غلام محی الدین نے حکمت اور کتب فروشی شروع کی اور اپنی تجارت کی وجہ سے پنجاب کے اکثر حصوں میں سفر کیا۔ اس نے فقیر امانت شاہ قادری کا مرید ہو کر فقیر کا لقب اختیار کیا اور اس کے مرید ابھی تک لاہور اور بہاولپور میں پائے جاتے ہیں ◆

غلام محی الدین نے تین لڑکے عزیز الدین - امام الدین اور نور الدین چھوڑے - ان میں سے سب سے بڑا یعنی عزیز الدین لالہ حاکم رائے لاہور کے سب سے بڑے حکیم کا شاگرد تھا جس نے اسے رنجیت سنگھ کی خدمت میں اس وقت رکھا جبکہ وہ ۱۷۹۹ء میں لاہور فتح کرنے کے فوراً بعد آنکھوں کی سخت بیماری میں مبتلا تھا - اس نوجوان حکیم کی ہنرمندی اور توجہ کی وجہ سے مہاراجہ کا اس کی طرف خیال ہو گیا اور عزیز الدین نے موضع بادو اور شرقپور بطور عطیہ حاصل کئے اور دیوان حکما سنگھ چمنی کے نام جو اس زمانے میں لاہور کی چونگی کا اسی طرح ٹھیکہ دار تھا جس طرح رامانند امرتسر کی چونگی کا حکم جاری ہوا کہ اس کو نقد تنخواہ دیا کرے - رنجیت سنگھ نے اس کو اپنا حکیم مقرر کر لیا - اور جوں جوں وہ اپنے علاقہ جات بڑھاتا گیا اسی نسبت سے عزیز الدین کی جاگیر میں ترقی ہوتی گئی ◆

۱۸۰۸ء میں جب مسٹر مٹکاف لاہور میں یہ عہدنامہ کرنے کے لئے بھیجے گئے کہ رنجیت سنگھ کی حکومت ستلج کے شمال تک محدود رہے اور ۱۸۰۹ء میں جبکہ انگریزی فوج دریائے مذکور پر بھیجی گئی اور مہاراجہ اپنے سرداروں کے کہنے پر انگریزوں کے ساتھ لڑائی کرنے پر بالکل آمادہ ہو گیا تھا اس وقت عزیز الدین نے اس کو اس ارادے سے بڑے زور کے ساتھ روکا اور اس کی عاقلانہ صلاح آخر کارگر ہوئی - رنجیت سنگھ عزیز الدین

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

CSL

میں رہ گرائے عالمِ بقا ہوا*۔

غلام محی الدین رہیلہ کے مقام پر جو دریائے بیاس پر واقع ہے پیدا ہوا تھا۔ جب یہ تین مہینے کا ہوا تو اس کا باپ غلام شاہ فوت ہوگیا اور اُس کی بیوہ ماں سخت افلاس کی حالت میں ہوکر اپنے خاوند کے دوستوں سے مدد لینے لاہور آئی۔ عبداللہ انصاری لاہور کے ایک نامی حکیم نے جو احمد شاہ کے شروع عہد حکومت میں کشمیر کا جج رہا تھا اور جس کے باپ نے علم طب کی ایک کتاب "تذکرۂ عشقیہ" نامی لکھی تھی جسے تا حال درجۂ استناد حاصل ہے رحم کھا کر اس کی اور اس کے بچّے کی اعانت کی غلام محی الدین کو اس نے اچھی تعلیم دی اور جب وہ جوان ہوا تو اپنے بھائی خدا بخش کی

*۔ اس خاندان کا یہ بیان کہ یہ بخاری سیدوں کی اولاد سے ہیں غالباً درست ہے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو بیان کرتے ہیں کہ فقیر عزیز الدین کو اپنا سید ہونا صرف اُس وقت معلوم ہوا جبکہ وہ متمول اور طاقتور ہوگیا اور ایک بڑا مزیدار قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس خاندان نے کس طرح سے اپنا شجرۂ نسب بنایا اور مشہور کیا۔ یہ بات تو مُتحقق ہے کہ مہاراجہ شیر سنگھ کے زمانے تک فقیر اپنے آپ کو "انصاری" کہتے تھے وہ سرکاری کاغذات میں بھی اسی طرح لکھے جاتے تھے اور سنہ ۱۸۴۱ء کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو بخاری کہنا شروع کیا مگر یہ بات بھی سچ ہے کہ فقیر عزیز الدین ویسا سچا آدمی تھا کہ اُس کی نسبت اس قسم کے فریب کا الزام لگانا غیر ممکن ہے۔ مزید برآں وہ بڑے نام امتیاز حاصل کرنے میں ایسا بے پرواہ تھا کہ اُس کو "سید" "انصاری یا بخاری" دونوں برابر تھے وہ جانتا تھا کہ فقیر کا لباس اور خطاب مستغنی اور نا عاقبت اندیش دربار لاہور میں اُس کے واسطے محکم سند تھے اور مہاراجہ اس کو جو خطابات اور اعزاز بخشنا چاہتا تھا اس نے کبھی منظور نہیں کئے۔

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

ہاں ایک چھوٹے عہدے پر ملازم تھا۔ غلام شاہ کا خاندان معزز اور قریباً سنہ ۱۵۵۰ع سے چونیاں ضلع لاہور میں رہتا تھا اور سال مذکور سے پہلے اُچ علاقہ بہاولپور میں مُقیم رہا۔ اس خاندان کا بانی عرب کا ایک باشندہ جلال الدین نامی تھا جو ساتویں ہجری کے اختتام پر ہلاکو خاں والیِ بخارا کے دربار میں آیا۔ جلال الدین چند سال تک مکّہ۔ مدینہ اور نجف اشرف میں امام رہا تھا۔ اس نے بغداد میں حضرت سلیمانؑ اور غوث الاعظمؓ کی خانقاہوں کی زیارت کی تھی اور اپنی تقدیس کے سبب شہرۂ آفاق تھا۔ بخارا میں اس کے بہت مرید ہو گئے مگر بُت پرست ہلاکو خاں جس کے ظلم و جبر کا وہ علانیہ دلیری کے ساتھ ذکر کرتا تھا اُس سے جلنے لگا۔ حتیٰ کہ وہ شاہی حکم سے پکڑا گیا اور ایک شعلہ زن گلخن میں جھونک دیا گیا مگر تین یہودی لڑکوں کی طرح اس کے جسم کو آگ کا مطلق اثر نہ ہوا اور وہ بغیر جلے یا تکلیف پائے باہر نکل آیا۔ ہلاکو خاں کو اس کرامت کے دیکھنے سے کچھ بن نہ پڑا وہ اپنی بہت سی رعایا سمیت اُسی وقت مسلمان ہو گیا اور اپنی لڑکی کی شادی جلال الدین سے کر دی جو بعد ازاں کچھ عرصہ تک بخارا ہی میں رہا جہاں اُس کی اولاد میں بہت سے اشخاص ابھی تک موجود ہیں۔ بخارا کی اس اقامت کی وجہ سے ہی جلال الدین کا خاندان بخاری کہلانے لگا مگر آخر کار وہ اپنے ننھے پوتے بہاء الدین کو ساتھ لیکر پھر سیاحت کو نِکلا۔ سفر میں لڑکے کو پیاس لگتی تھی تو ہرنیاں آکر اپنا دودھ پلا جایا کرتی تھیں۔ الغرض بڑی مصیبتیں جھیلنے کے بعد یہ پنجاب میں پہنچے جہاں جلال الدین نے بہت سے مرید کئے اور آخر کار اُچ میں مُقیم ہو گئے جو پہلے دیوگڑھ کہلاتا تھا۔ جلال الدین سنہ ۱۲۹۳ع میں جلال الدین فیروز خلجی کے عہد حکومت

OF CULTURE • GOVERNMENT

CSL

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

GSL

فقیر سید نو بہار الدین بخاری مرحوم و مغفور رئیس لاہور

The late Fakir Sayad Nao Bahar-ud-din Bukhari of Lahore.

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

GSL

فقیر سید ظہور الدین بخاری مرحوم و مغفور رئیس لاہور

The late Fakir Sayad Zahur-ud-din Bukhari of Lahore.

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

GSL

خان بہادر فقیر سید قمر الدین سی آئی ای رئیس لاہور

The late Khan Bahadur Fakir Sayad Kamar-ud-din, C.I.E., of Lahore.

خان بہادر فقیر سیّد قمر الدّین بخاری سی آئی ای

غلام شاہ

غلام محی الدین

فقیر عزیز الدین (وفات ۱۸۴۵ء) — فقیر امام الدین (وفات ۱۸۴۷ء) — فقیر نور الدین (وفات ۱۸۵۲ء)

نصیر الدین (وفات ۱۸۱۴ء) — فضل الدین (وفات ۱۸۴۲ء) — شاہ دین (وفات ۱۸۴۶ء) — چراغ دین (وفات ۱۸۵۱ء) — جلال الدین (وفات ۱۸۹۴ء) — رکن الدین (وفات ۱۸۵۰ء) — فقیر تاج الدین (وفات ۱۸۴۶ء)

سراج الدین (وفات ۱۸۸۵ء) — شہسوار الدین (وفات ۱۸۴۳ء) — شاہ نواز الدین (وفات ۱۸۸۵ء) — نجیب الدین (وفات ۱۸۹۴ء) — حسین الدین (وفات ۱۸۵۵ء) — معراج الدین (وفات ۱۸۹۶ء)

فیروز الدین (وفات ۱۹۱۰ء) — حسن الدین (ولادت ۱۸۵۰ء) — محمد جمال الدین (ولادت ۱۸۶۳ء) — سعید الدین (ولادت ۱۸۶۰ء) — فدا حسین (ولادت ۱۸۹۰ء)

سلطان الدین (وفات ۱۹۰۲ء) — نصیر الدین — نثار الدین — فرخ الدین (ولادت ۱۸۶۹ء) — جلال الدین (ولادت ۱۸۶۸ء) — علاء الدین (متوفی)

معین الدین (ولادت ۱۸۸۴ء) — ہادی حسین (ولادت ۱۸۸۹ء) — ظہور الحسن (ولادت ۱۸۹۱ء) — ظہیر الدین — ظہور الدین (وفات ۱۸۹۳ء) — شمس الدین (وفات ۱۸۸۲ء) — فقیر سیّد قمر الدین (ولادت ۱۸۶۲ء) — حفیظ الدین (وفات ۱۹۰۹ء)

بشیر حسین — نوبہار الدین (وفات ۱۸۸۰ء) — خان بہادر برہان الدین (وفات ۱۸۹۰ء) — زین العابدین (وفات ۱۹۰۳ء) — شہاب الدین (وفات ۱۹۰۹ء) — محمد اقبال الدین (وفات ۱۸۸۳ء)

فقیر سید افتخار الدین (ولادت ۱۸۶۵ء) — اقتدار الدین (ولادت ۱۸۸۰ء) — نجم الدین (ولادت ۱۸۸۸ء) — ظفر الدین (ولادت ۱۸۸۵ء) — جلال الدین (ولادت ۱۸۸۲ء)

فصیح الدین (ولادت ۱۹۰۱ء) — فقیہ الدین (ولادت ۱۹۰۳ء) — بشیر الدین (ولادت ۱۹۰۶ء) — حسین الدین (ولادت ۱۸۹۵ء) — فخر الدین (ولادت ۱۸۹۹ء) — حسن الدین (ولادت ۱۹۰۲ء) — مغیث الدین (ولادت ۱۹۰۳ء)

عزیز الدّین - امام الدین اور نور الدّین کا باپ سیّد غلام محیؑ الدّین
غلام شاہ کا لڑکا تھا جو نوّاب عبد الصّمد خاں اور زکریا خاں ناظمان لاہور کے

ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ کے عہدے سے پنشن حاصل کی۔ اپنے بھائی کی طرح یہ بھی کئی لڑائیوں میں اسسٹنٹ پولٹیکل آفیسر کی حیثیت سے شامل ہوا اس کو چناب نہر پر سمندری تحصیل میں دس مربعے اراضی عطا کئے گئے تھے اور لاہور میں آنریری مجسٹریٹ کی حیثیت سے یہ ڈویژنل درباروں میں کرسی لینے کا مستحق تھا۔ فروری سنہ ۱۹۰۹ء میں اس کا انتقال ہو گیا ✣

سلطان اسمعیل کے بڑے بیٹے سلطان اسد جان نے سنہ ۱۸۹۷ء کی جنگ مہمند کے موقع پر اپنی خدمات پیش کیں اور چیف پولٹیکل آفیسر کا نائب مقرر کیا گیا۔ سنہ ۱۹۰۰ء میں اس کو اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بنایا گیا اور کچھ سالوں تک سرحد پر وانا کا اسسٹنٹ پولٹیکل آفیسر اور افواج مسعود اور بنوں کی ملٹری پولیس کا افسر رہا۔ سنہ ۱۹۰۴ء میں اسے پنجاب میں تبدیل کیا گیا اور اب لاہور کا سبارڈینیٹ جج ہے۔ اس کا چھوٹا بھائی سلطان حمید اورنگ آباد واقع ریاست حیدر آباد کا کوتوال ہے ✣

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

CSL

اور یہ اسی عہدے پر اپنے پنشن لینے کے وقت یعنی ۱۸۹۵ء تک مامور رہا۔ وہ اسسٹنٹ پولیٹکل افسر ہو کر سرکار انگریزی کی حدود سے پرے کی کئی لڑائیوں میں گیا جن میں ۱۸۷۸-۸۰ء کی جنگ افغانستان اور چترال اور کالے پہاڑ کی لڑائیاں بھی شامل ہیں۔ وہ کرنیل گرے صاحب بہادر کے ہمراہ یارقند اور کشمیر کی کمشن میں بھی گیا جو پہلے عہدناموں کو نئے طور پر لکھوانے وہاں بھیجی گئی تھی۔ سلطان ابراہیم جان نے شہزادہ یحییٰ کی جو اس کا دور کے رشتے سے چچیرا بھائی اور جو خود تیمور شاہ کا پوتا تھا بھتیجی اور وارثہ تاجور سلطان بیگم جان سے شادی کی۔ شہزادہ یحییٰ ایشیائے کوچک کی ایک لڑائی میں مارا گیا تھا اور اس کی خدمات کے صلے میں گورنمنٹ نے اسکی بھتیجی اور اس کے خاوند کو تحصیل قصور میں ۱۲۶۵ ایکڑ اراضی کی معافی جاگیر جو رکھ ویگل کے نام سے مشہور ہے اور جس کا سالانہ مالیہ ۶۵۹ روپیہ ہے عطا کی۔ یہ عطیہ تاجور سلطان بیگم اور شہزادہ ابراہیم کی بیٹی کو جس کی شادی اُس کے چچیرے بھائی سلطان اسدجان سے ہوئی ہوئی ہے پہنچیگا۔ سلطان ابراہیم کے تین لڑکے جن کے نام شجرۂ نسب میں دکھائے گئے ہیں اس کی دوسری بیوی کے بطن سے ہیں +

شہزادہ سلطان ابراہیم کی اپنی خدمات کے عوض میں اسے خطاب خان بہادر اور نہر چناب پر چونتیس مربعے زمین عطا کئے گئے۔ اس نے چونیاں اور شرقپور کی تحصیلوں میں قریباً ۸۰۰ ایکڑ زمین خریدلی ہے اور سرحدی صوبے کا پراونشل درباری ہے +

سلطان ابراہیم کا چھوٹا بھائی شہزادہ سلطان اسمٰعیل جان قریباً پینتیس سال تک سرحدی پولیس میں ملازم رہا اور ۱۹۰۱ء میں اسسٹنٹ

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

تک اور جیحوں سے لیکر سمندر تک پھیلادی تھی*۔ مگر اس کے جانشینوں میں سے کسی نے بھی حکمرانی کی وہ قابلیت نہ پائی تھی جو احمد شاہ میں تھی اس لئے سدوزئی خاندان خانگی تنازعات سے کمزور ہو کر آخر کار ۱۸۲۳ء میں دوست محمد سے مغلوب ہوگیا۔ اخیر دُرّانی بادشاہ ایوب شاہ نے مع اپنے بہت سے رشتہ داروں کے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ہاں پناہ لی وہ انکے ساتھ مہربانی سے پیش آیا اور ان میں سے بہتوں کے معقول وظیفے مقرر کردئے۔ ان وظیفے داروں میں شہزادہ سلطان ابراہیم کا دادا شہزادہ فرخ سیر بھی تھا جس کا مہاراجہ نے ۵۰۰ روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر کیا۔ فرخ سیر کی وفات کے بعد خالصہ دربار نے اور پنجاب کے سرکاری علاقہ سے ملحق ہوجانے کے بعد سرکار انگریزی نے اس وظیفے کا ایک حصہ اسکے لڑکوں کے نام جاری رکھا۔

فرخ سیر کا دوسرا بیٹا شہزادہ فریدوں ۱۸۵۷ء میں پنجاب پلٹن ۲ میں جمعدار بھرتی کیا گیا اور غدر کے بعد اسے سب انسپکٹر اور بعد ازاں انسپکٹر پولیس بنا دیا گیا اس کی خدمات کے صلے میں اسے تحصیل خانقاہ ڈوگراں میں گیارہ مربع اراضی عطا کئے گئے جو اب اس کے پوتے فرخ عالم کے قبضے میں ہیں۔

خان بہادر شہزادہ سلطان ابراہیم جان خاندان سدوزئی کی اس شاخ کے موجودہ بزرگ نے ایام غدر میں آفریدی جزایچی فوج کا ایڈجوٹنٹ رہ کر سرکاری خدمات کیں اور انسپکٹر پولیس رہنے کے بعد تحصیلدار بنا دیا گیا۔ ۱۸۷۸ء میں اسے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری کے عہدے پر ترقی دی گئی

* الفنسٹن صاحب کی کتاب "حالات سلطنت کابل" صفحہ ۲۹۹ جلد دوم۔

خان بہادر شہزادہ سلطان ابراہیم جان*

احمد شاہ ابدالی

- ۱ تیمور شاہ
  - ۳۲ پسران (ان کی اولاد میں سے بہت ہندوستان کے مختلف حصوں میں آباد ہیں)
- ۲ سلیمان شاہ
- ۳ پانچ دیگر پسران
  - فرخ سیر (متوفی)
    - ۱ سلطان آدم (وفات ۱۸۶۹ء)
      - ۱ خان بہادر شہزادہ سلطان ابراہیم جان (ولادت ۱۸۳۶ء)
        - ۱ محمد صالح (ولادت ۱۸۶۶ء)
          - صلاح الدین عالمگیر (ولادت ۱۹۰۲ء)
        - ۲ محمد معظم (ولادت ۱۸۹۱ء)
        - ۳ محمد یوسف (ولادت ۱۸۹۶ء)
        - سلطان اسد جان (ولادت ۱۸۷۳ء)
          - ۱ شیر محمد (ولادت ۱۹۰۴ء)
          - سلطان وحید (ولادت ۱۸۹۶ء)
        - سلطان حمید (ولادت ۱۸۷۸ء)
          - ۲ سلطان وسیع (ولادت ۱۸۹۹ء)
          - ۳ سلطان جان (ولادت ۱۹۰۲ء)
          - ۴ سلطان عبدالرشید (ولادت ۱۹۰۴ء)
        - ۳ والا گوہر (ولادت ۱۸۹۱ء)
        - ۴ سلطان احمد (ولادت ۱۸۹۳ء)
    - ۲ فریدون (وفات ۱۹۰۱ء)
      - ۲ شہزادہ سلطان اسمٰعیل جان (وفات ۱۹۰۹ء)
      - گوہر ملوک (وفات ۱۹۰۶ء)
        - فرخ عالم (ولادت ۱۸۸۸ء)
    - ۳ محمد مشہور (وفات ۱۸۷۲ء)
  - ۲ دیگر پسران

یہ خاندان مشہور احمد شاہ ابدالی کی اولاد میں سے ہے جو افغان بادشاہوں کے دُرانی خاندان کا بانی تھا اور جس نے ۱۷۴۷ء میں قندھار میں تاج شاہی سر پر رکھا۔ اور اسی دن سے اپنی قوم کو دُرانی موسوم کیا۔ احمد شاہ خود سدو خاں کی اولاد میں سے تھا جو قوم سدوزئی کا (جن کا ذکر ایک اَور تاریخ میں کیا گیا ہے) مورث اعلےٰ تھا۔ احمد شاہ نے اپنی وفات سے پہلے جو ۱۷۷۳ء میں واقع ہوئی اپنی سلطنت خراسان کے مغرب سے سرہند

*. یہ تاریخ پچھلی ایڈیشنوں میں درج نہیں ؂

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

CSL

اس ۲۰۰۰ کی علے الدوام جاگیر اور ۱۲۰۰ کی پنشن کے بغیر جو ایشر سنگھ کی حین حیات کے لئے ہے مندکرۂ بالا ساری پنشنیں پنشن خواروں کی وفات کی وجہ سے ضبط ہوچکی ہیں *

سردار رنجودھ سنگھ ۱۸۹۱ء میں فوت ہوا اور اس کے بڑے بیٹے اودھم سنگھ کو جو خاندان کا موجودہ بزرگ ہے ۲۰۰۰ کی جاگیر اور اس کے باپ کی پراونشل درباروں میں کرسی دی گئی۔ اسکا بھائی نرائن سنگھ تحصیلدار رہے۔ عطر سنگھ اور ایشر سنگھ (عرف عبدالعزیز) دونوں مسلمان ہوگئے ہیں اور اول الذکر ۱۸۷۹ء میں فوت ہوچکا ہے۔ ایشر سنگھ ذیلدار ہے اور علاوہ اپنی پنشن کے چار ہزار گھماؤں سے زیادہ اراضی کا حقوق مالکانہ وصول کرتا ہے۔ اس کا لڑکا دین محمد عہدۂ نائب تحصیلداری کا امیدوار ہے۔

اس خاندان کی مسلمان اور سکھ شاخوں کی آپس میں دشمنیاں چلی آتی ہیں *

کرتے بھی تو بیکار ہوتی چھین لئے - مہاراجہ نے کاہن سنگھ کو بھڑوال کے گرد و نواح میں ۱۵۰۰۰ روپیہ کی مالیت کی جاگیرات دیں اور خزان سنگھ کو بھی نانکوٹ میں ایک جاگیر دے دی ٭

سنہ ۱۸۶۰ء میں کاہن سنگھ کو جاگیردار مجسٹریٹ بنایا گیا - یہ ہمیشہ بھڑوال میں جو تمام عام شاہراہوں سے بہت فاصلے پر ایک چھوٹا سا قصبہ ہے رہتا رہا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد اس نے پولیٹکس میں بہت کم دخل دیا - سنہ ۱۸۴۸ء میں اسکی فوج کے ترب اور اس کا دوسرا بیٹا عطر سنگھ جو فوج مذکور کے ساتھ ملتان میں تھا باغیوں سے مل گئے مگر کاہن سنگھ پہ جو اُس زمانے میں بوڑھا آدمی تھا کوئی شُبہ نہیں کیا گیا کہ وہ اپنے بیٹے کی اس کارروائی میں حصہ دار تھا - اس کی جاگیر کی آمدنی کے علاوہ جو ۱۱۹۸۰ روپیہ تھی یہ اپنی حین حیات تک ۳۸۴۰ روپیہ کی ایک پنشن بھی لیتا رہا - اس کا سب سے بڑا بیٹا چتر سنگھ جو اپنی سرکار کا وفادار رہا سنہ ۱۸۵۷ء میں تین لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑ کر فوت ہوا ٭

کاہن سنگھ سنہ ۱۸۷۲ء میں فوت ہوا اور خاندان کی سرداری اسکے پوتے سردار رنجودھ سنگھ کو جو مرحوم چتر سنگھ کا سب سے بڑا بیٹا تھا اور جس کے قبضہ میں اضلاع لاہور اور رنتگمری کے مختلف مواضعات کی ۴۰۰ گھماؤں سے زیادہ اراضی تھی ملی - کاہن سنگھ کی ۱۲۰۰۰ روپے کی جاگیر میں سے ۷۴۰۰ روپیہ کی جاگیر خاندان میں اس طرح پر جاری رکھی گئی کہ ۲۰۰۰ روپیہ کی علے الدوام جاگیر سردار رنجودھ سنگھ کو دی گئی اور کل جاگیر کی باقی مالیت کی مختلف پنشنیں چند ارا کین کی حین حیات کے لئے دی گئیں

میں جھگڑے لگ گئے کیونکہ مہاں سنگھ نے بھگوان سنگھ کی نسبت وزیر سنگھ کی زیادہ خاطرداری کی جس کی وجہ سے اوّل الذکر کو حسد پیدا ہو گیا۔ مہاں سنگھ نے کسی قدر دقّت کے ساتھ ان کی صلح کرادی مگر یہ صلح زیادہ عرصے تک قائم نہ رہی اور جھگڑا اتنی سختی کے ساتھ شروع ہوا کہ پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لڑائی ہو پڑی جس میں بھگوان سنگھ مارا گیا اور اس کا بھائی گیان سنگھ سنہ ۱۷۸۹ء میں جانشین ہوا۔ خاندان کے پرانے دشمن وزیر سنگھ کو تھوڑی ہی مُدّت بعد اُس سردار ہیرا سنگھ کے لڑکے دل سنگھ نے قتل کروا ڈالا جس نے بھڑوال میں پناہ لی تھی مگر وزیر سنگھ کے ایک نوکر نے اپنے آقا کی موت کا بدلہ لینے کے لئے دل سنگھ کا تعاقب کیا اور اُسے مار ڈالا۔ مہاں سنگھ سنہ ۱۷۹۲ء میں فوت ہوا اور سنہ ۱۷۹۰ء میں گیان سنگھ نے اپنی بہن کی رنجیت سنگھ کے ساتھ شادی کردی جس کے ساتھ اس کی نسبت کچھ عرصے سے ہوئی ہوئی تھی۔ سنہ ۱۸۰۲ء میں رنجیت سنگھ کا اس رانی کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام مہاراجہ کھڑک سنگھ تھا اور جو بعدازاں تخت پر بیٹھا۔ خاندان نکئی کو رنجیت سنگھ کے ساتھ اس رشتے داری میں کچھ بہت فائدہ نہیں ہوا۔ یہ طامع رئیس (رنجیت سنگھ) اپنے رشتہ دار کے مقبوضات پر قبضہ کرنے کے لئے مُنہ کھولے تاک میں بیٹھا تھا اور اس نے بہت کوشش کی کہ سردار کاہن سنگھ جو سنہ ۱۸۰۱ء میں گیان سنگھ کی وفات کے بعد خاندان کا سرکردہ ہوا تھا آوے اور دربار میں رہا کرے۔ مگر سردار نے اس کی تعمیل سے استقلال کے ساتھ انکار کردیا اور سنہ ۱۸۱۱ء میں مہاراجہ نے اس خاندان کے سارے مقبوضات بغیر ان کی مخالفت کے جو وہ

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

کی مالیت کا ایک حصہ سردار رن سنگھ اور اُس کے مسلداروں کے ہاتھ آگیا۔ ان کے قبضے میں پرگنات چونیاں۔ حصہ قصور۔ شرقپور اور گوگیرہ تھے اور ایک زمانے میں قوم کھرل کا صدر مقام کوٹ کمالیہ بھی انہیں کے پاس تھا۔

قمر سنگھ رئیس سیدوالا رن سنگھ کا حریف تھا وہ کچھ سالوں تک آپس میں لڑتے رہے جس میں کبھی ایک کامیاب ہو جاتا تھا کبھی دوسرا۔ یہاں تک کہ آخر کار رن سنگھ کو واقعی فائدہ پہنچا اور اس نے سیدوالا پر قبضہ کر لیا۔ سردار رن سنگھ ۱۷۸۱ء میں فوت ہوا اور اس کا سب سے بڑا لڑکا بھگوان سنگھ جو اس کی مسل کا کمیدان ہوا تھا اس قابل نہ تھا کہ اپنے باپ کی حاصل کی ہوئی املاک پر قبضہ رکھ سکے۔ قمر سنگھ کے بھائی وزیر سنگھ نے سیدوالا واپس لے لیا اور بعض نکئی مواضعات بھی لے لئے مگر آخر میں یہ مواضعات دے دئے۔ بھگوان سنگھ کو اب معلوم ہو گیا کہ اگر طاقتور آدمیوں سے دوستی پیدا نہ کر لی جائیگی تو شاید تمام متاع واملاک ہاتھ سے نکل جائیگی چنانچہ اُس نے اپنی بہن نکین کی جو عام طور پر راج کور مشہور ہے نسبت رنجیت سنگھ مہاں سنگھ سوکرچکیہ کے بیٹے سے کردی جو اُس زمانے میں پنجاب کے سب سے زبردست رؤسا میں تھا۔ وزیر سنگھ نے بہت کوشش کی کہ اس نسبت کو جس سے اُس کو کوئی فائدہ نہ تھا نہ ہونے دے مگر ایسا نہ کر سکا۔ اس کے تھوڑا عرصہ بعد ۱۷۸۵ء میں مہاں سنگھ نے بھگوان سنگھ اور وزیر سنگھ دونوں کو امرتسر اس غرض کے لئے بلایا کہ وہ اِسے جے سنگھ کنھیا کے ساتھ مقابلہ کرنے میں مدد دیں چنانچہ حریف رؤسا گئے مگر جب جے سنگھ کو شکست ہوگئی تو یہ دونوں آپس

طاقتور رئیس بنیگا ۔

بھڑوال میں یہ روایت ابھی تک مشہور ہے جس پر لوگوں کو یقین ہے کیونکہ چاہ مذکور جو بڈھے والا کے نام سے مشہور ہے ابھی تک میٹھا اور صاف ہے - یہ روایت اگر ہیمراج کے باپ عالم یا دادا مہانا کی نسبت مشہور ہوتی تو بہتر ہوتا کیونکہ ہیرا سنگھ جو واقعی خاندان میں پہلا ذوی الاقتدار آدمی تھا سری گورو ارجن جی کی وفات واقع ۱۶۰۶ء کے بھی قریباً سو برس بعد پیدا ہوا ۔

اُس وقت جبکہ سکھ وسط اٹھارھویں صدی کے قریب طاقتور ہو گئے ہیرا سنگھ نے لاہور اور گوگیرہ کے درمیانی علاقہ نکا پر قبضہ کر لیا اور اسکے نام پر ہیرا سنگھ کا خاندان اور وہ مسل جس کا یہ کمیدان تھا موسوم ہو گئے - اس نے افغانوں سے چونیاں بھی لے لیا اور کنھیوں اور بھنگیوں کے ساتھ اُس حملے میں شامل ہوا جو انھوں نے مغلوں کی متزلزل سلطنت پر کیا تھا ۔

جب سردار ہیرا سنگھ شیخ شجاع چشتی والیِ پاکپٹن سے لڑتا ہوا مارا گیا تو اس کا بیٹا دل سنگھ نابالغ تھا اس لئے اُس کا بھتیجا نار سنگھ مسل کا کمیدان بنا - نار سنگھ ۱۷۶۸ء میں کوٹ کمالیہ کی لڑائی میں مارا گیا اور اُس کا بھائی رن سنگھ جانشین ہوا - اس رئیس کے ماتحت مسل میں کچھ طاقت اور اقتدار بڑھا - دوسری سکھ مسلوں کے مقابلے میں یہ کبھی طاقتور نہیں ہوئی مگر میدانِ جنگ میں یہ قریباً دو ہزار سوار - شتری توپیں اور چند دوسری توپیں لے آیا کرتی تھی - علاقہ نکا کے جاٹ مضبوط اور بہادر ہیں اور اس چھوٹی سی مسل نے افغانوں اور دوسرے ہمسایوں سے بہت سی لڑائیاں کیں یہاں تک کہ آخر کار ملک کا ۹۰۰۰۰ روپے

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

۱۵۹۵ء کے قریب سکھ گورو سری ارجن جی اپنے چند چیلوں کے ساتھ ضلع لاہور میں سفر کرتے ہوئے بھڑوال کے چھوٹے سے قصبے میں پہنچے جو چند سال پہلے قوم اڑوڑا کے ایک شخص بھڑ نامی نے آباد کیا تھا۔ یہاں ان کی کچھ خاطر تواضع نہ کی گئی اور اس لئے وہ موضع جمبر میں جو قریب ہی تھا چلے گئے جہاں تھکان اور پاؤں میں چھالے پڑجانے کی وجہ سے انہوں نے تھوڑے عرصے کے لئے چارپائی مانگی اور سائے میں اُس پر لیٹ کر سو گئے۔ اس وقت ہیمراج نے جو ایک سندھو جاٹ اور بھڑوال کا چودھری تھا اور گوروجی کے موضع بھڑوال سے گزرتے وقت کہیں گیا ہوا تھا اس واقعہ کا حال سُنا اور اپنے قصبے والوں کی غیر مہماں نوازی سے شرمندہ ہو کر اُنہیں واپس لانے کی کوشش کرنے کے لئے جمبر روانہ ہوا۔ یہاں پہنچ کر اس نے گوروجی کو سوتا پایا اور حیران ہوا کہ اب کیا کرے۔ گوروجی کو جگانے کی تو جرات نہ تھی کیونکہ اسے اُن کے مزاج کا حال معلوم نہ تھا اور نہ ہی وہ زیادہ ویران کو جمبر میں رہنے دینا چاہتا تھا۔ اور چونکہ یہ بارسوخ اور کسی قدر تنومند آدمی تھا اس نے چارپائی کو مع گوروجی کے اپنے سر پر اُٹھا لیا اور بھڑوال کی طرف لے چلا۔ سری ارجن جی جاگ کر ہیمراج کی اس کارروائی پر بہت خوش ہوئے اور پینے کے لئے پانی مانگا۔ جس کے جواب میں لوگوں نے کہا کہ اُن کے گاؤں میں ایک ہی کنُواں ہے جس کا پانی شور ہے۔ اس پر گوروجی نے ہیمراج کو گڑ کی کچھ ٹکیاں کنوئیں میں ڈالنے کے لئے کہا۔ چنانچہ گڑ ڈالا اور پانی فوراً میٹھا اور صاف ہو گیا۔ گوروجی نے ہیمراج کے لئے دُعا بھی کی اور پیشینگوئی بھی کی کہ اُس کے ہاں ہیرا سنگھ نامی ایک لڑکا ہوگا جو بڑا

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

CSL

سردار اُدھم سنگھ نکئی رئیس بھڑوال

چودھری ہیمراج

۱ ہیرا سنگھ ۔ ۲ نتھا سنگھ

ہیرا سنگھ: دل سنگھ

نتھا سنگھ: ۱ نار سنگھ (وفات ۱۷۶۸ء) ۔ ۲ رن سنگھ (وفات ۱۸۱۸ء)

۱ بھگوان سنگھ (وفات ۱۸۰۹ء) ۔ ۲ گیان سنگھ (وفات ۱۸۰۰ء) ۔ ۳ خزان سنگھ

سردار کاہن سنگھ (وفات ۱۸۷۰ء) ۔ پنجا سنگھ

۱ چیت سنگھ (وفات ۱۸۵۰ء) ۔ ۲ عطر سنگھ المعروف خدا بخش (وفات ۱۸۷۹ء) ۔ ۳ ایشر سنگھ المعروف عبد العزیز ۔ ۴ حکم سنگھ (متوفی)

۱ رنجودھ سنگھ (وفات ۱۸۹۱ء) ۔ ۲ پرتاب سنگھ (وفات ۱۸۸۴ء) ۔ ۳ ٹھاکر سنگھ (وفات ۱۸۸۴ء) ۔ ۱ لہنا سنگھ المعروف غلام قادر (وفات ۱۸۸۰ء) ۔ ۲ لابھ سنگھ (ولادت ۱۸۶۲ء) ۔ ۱ دین محمد (ولادت ۱۸۸۱ء) ۔ ۲ محمد اکبر (ولادت ۱۸۸۹ء)

۱ سردار اُدھم سنگھ (ولادت ۱۸۶۳ء) ۔ ۲ نرائن سنگھ (ولادت ۱۸۶۴ء) ۔ ۱ اوتار سنگھ (وفات ۱۹۰۵ء) ۔ ۲ حضور سنگھ (ولادت ۱۹۰۶ء) ۔ ۱ کرم بخش ۔ ۲ غلام نبی (ولادت ۱۸۹۲ء) ۔ ۱ بخشیش سنگھ (ولادت ۱۸۹۹ء) ۔ ۲ بکرمان سنگھ (ولادت ۱۸۹۵ء)

۱ بلونت سنگھ (ولادت ۱۸۸۷ء) ۔ ۱ گوردیال سنگھ (ولادت ۱۸۸۵ء) ۔ ۲ ہردیال سنگھ ۔ ۱ برکت علی (ولادت ۱۸۹۶ء) ۔ ۲ نواب علی (ولادت ۱۹۰۶ء)

۱ دیوا سنگھ ۔ ۲ ساون سنگھ ۔ ۳ نرائن سنگھ ۔ ۴ لچھمن سنگھ (وفات ۱۸۷۵ء) ۔ ۵ ٹھاکر سنگھ (وفات ۱۸۸۱ء) ۔ ۶ اُدھم سنگھ

ساون سنگھ: رچھپال سنگھ (ولادت ۱۸۸۸ء)

اُدھم سنگھ: بچتر سنگھ (ولادت ۱۸۹۹ء)

۱ نیجا سنگھ ۔ ۲ کندن سنگھ ۔ ۳ صورت سنگھ (ولادت ۱۸۶۶ء) ۔ ۴ آتم سنگھ (ولادت ۱۸۷۹ء) ۔ ۵ سوچیت سنگھ (ولادت ۱۸۸۸ء) ۔ ۶ بلونت سنگھ (ولادت ۱۸۸۲ء)

۱ گوردیت سنگھ (ولادت ۱۸۹۹ء) ۔ ۲ ہردیپ سنگھ (ولادت ۱۹۰۰ء)

۱ اندر سنگھ (ولادت ۱۸۸۹ء) ۔ ۲ جندر سنگھ (ولادت ۱۸۸۲ء) ۔ ۳ ہرنام سنگھ (ولادت ۱۸۸۴ء) ۔ ۴ کرپال سنگھ ۔ ۵ کرتار سنگھ ۔ ۶ اوتار سنگھ

اقبال سنگھ (ولادت ۱۹۰۴ء) ۔ جسونت سنگھ (ولادت ۱۹۰۲ء) ۔ رگھبیر سنگھ (ولادت ۱۹۰۲ء)

MINISTRY OF CULTURE • GOVERNMENT OF INDIA

GSL

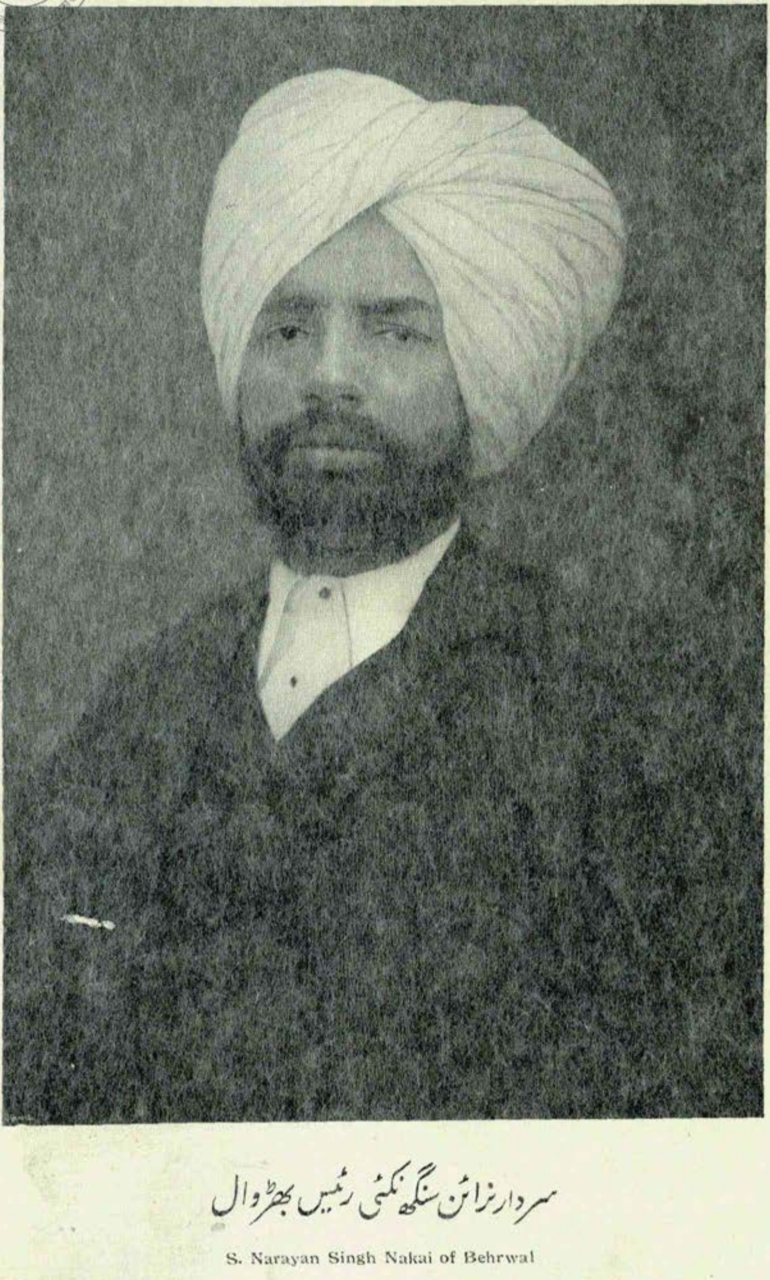

سردار نرائن سنگھ نکئی رئیس بھڑوال

S. Narayan Singh Nakai of Behrwal

سردار ایشر سنگھ المعروف سردار عبدالعزیز
ولد سردار کاہن سنگھ نکئی رئیس بھڑوال

Sardar Ishawar Singh alias Sardar Abdul Aziz Nakai of Behrwal.

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
GSL

سال پنجاب یونیورسٹی کا فیلو نامزد کیا گیا۔ ۱۸۸۶ء کے شروع میں وہ قواعد سٹیچواری سول سروس کے بموجب اسسٹنٹ کمشنر کے عہدے کے لئے منتخب ہو کر گورداسپور میں تعینات کیا گیا۔ بعد ازاں وہ فیروز پور۔ جہلم اور راولپنڈی کا قائم مقام ڈسٹرکٹ جج ہوا اور ۱۸۹۵ء میں اسے ترقی دیکر ڈپٹی کمشنر بنا دیا گیا۔ اس عہدے پر یہ منٹگمری اور ضلع گوجرانوالہ میں رہا اور اب گجرات یعنی اُس ضلع کا ڈپٹی کمشنر ہے جس ضلع کا قریباً ایک سو سال کا عرصہ گذرا اس کا پڑدادا حاکم تھا۔ ۱۹۰۸ء میں ذاتی اعزاز کے طور پر اسے دیوان بہادر کا خطاب بھی عطا کیا گیا۔ دیوان نے ہندوستان۔ لنکا۔ یورپ اور مصر میں بہت سفر کئے ہیں*

دیوان نرندر ناتھ کے پاس تحصیل لاہور کے نو مواضعات کی جاگیریں ہیں جو علے الدوام عطا کی گئی تھیں۔ ان نو مواضعات میں سے ایک موضع امیر پور کے حقوق ملکیت بھی اسے حاصل ہیں۔ جودھیا پور کے علاوہ جو اس کے دادا کو عطا کیا گیا تھا اس کے قبضے میں شرقپور تحصیل کے دو مواضعات کے کچھ حصے ہیں نیز اس نے لاہور میں کچھ مکانات اور شرقپور تحصیل میں کچھ مربع جات بھی خرید لئے ہیں*

MINISTRY OF CULTURE • GOVERNMENT OF INDIA
CSL

لئے کانگڑہ چلا گیا اور لاہور واپس آ رہا تھا کہ اسے ہیضہ ہو گیا اور چند دن بیمار رہنے کے بعد ۱۸ اگست ۱۸۷۵ء کو فوت ہو گیا - یہ تعلیم کے تمام معاملات میں بڑی دلچسپی لیتا تھا اور پنجاب یونیورسٹی کے بانیوں میں سے تھا ٭

دیوان بیج ناتھ نے تین شادیاں کیں - اس کی دوسری بیوی سے اس کا اکلوتا بیٹا نرندر ناتھ ۱۸۶۴ء میں پیدا ہوا - یہ خاندان کا موجودہ بزرگ ہے - اس کی تیسری بیوی کے بطن سے جس کے ساتھ اس نے ۱۸۷۱ء میں شادی کی دو لڑکیاں تھیں جن کی شادی ۱۸۸۳ء میں کر دی گئی - دیوان نرندر ناتھ اپنے باپ کی وفات پر نابالغ تھا جس کی وجہ سے جائداد کا انتظام لاہور کے ڈسٹرکٹ کورٹ آف وارڈز کے سپرد کیا گیا - گورنمنٹ نے ۲۰۰۰۰ روپیہ زیادہ تنگ کرنے والے قرضخواہوں کے قرضے ادا کرنے کے لئے بطور قرضہ دیا - اجودھیا پور کی آمدنی کے علاوہ جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ۱۶۲۵ روپیہ سالانہ کی پنشن نرندر ناتھ کے لئے تاحین حیات مقرر کی گئی - پھر بڑی احتیاط کے ساتھ انتظام کر کے دیوان بیج ناتھ کے ذمے کا روپیہ اُتارا گیا اور جائداد قرضے سے سبکدوش ہو گئی ٭

نرندر ناتھ نے ۱۸۷۹ء میں رائے بہادر پنڈت بشیشر ناتھ کول کی لڑکی کے ساتھ جو ایک زمانے میں نارتھ ویسٹرن ریلوے پر ڈسٹرکٹ ٹریفک سپرنٹنڈنٹ تھا شادی کی - بالغ ہونے کے بعد نرندر ناتھ کو پراونشل درباروں کی کرسی اور دیوان کا موروثی خطاب عطا کئے گئے - ۱۸۸۶ء میں اس نے ایم - اے کی ڈگری حاصل کی اور دوسرے

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

خدمات کے صلے میں رکھ ہنگروال ضلع لاہور کے جس کا رقبہ بارہ سو ایکڑ ہے حقوق مالکانہ عطا کئے - اس عطیہ پر بارہ سو روپیہ بطور نذرانہ ادا کرنے کی شرط تھی اور اس کی سالانہ جمع ۲۴۰۰ روپیہ تشخیص کی گئی تھی - اس موضع کا نام اصلی معطی کی یادگار میں اجودھیا پور ہے - اسی وقت دیوان اور اُس کے بیٹے بیج ناتھ کو خلعت بھی دئے گئے - بیج ناتھ پڑھا لکھا اور قابل آدمی تھا - نوکری کے لئے اس نے میجر ایبٹ صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ہزارہ کے دفتر میں کام سیکھنا شروع کیا اور ۱۸۵۸ء میں تحصیلدار بنایا گیا - پھر چار سال بعد اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہو کر لاہور بھیج دیا گیا - اس نے اپنے باپ کے کہنے پر ۱۸۶۶ء میں استعفا دیدیا اور مستقل طور پر لاہور میں سکونت اختیار کرلی جہاں آنریری اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بن کر مجسٹریٹی اختیارات عمل میں لاتا رہا - اور پھر ۱۸۷۴ء میں اسے آنریری اسسٹنٹ کمشنر بنا دیا گیا +

دیوان اجودھیا پرشاد ۱۸۷۰ء میں فوت ہوا اور اسکی ۷،۵۰۰ روپیہ کی پنشن میں سے جو اس کی حین حیات کے لئے تھی نصف دیوان بیج ناتھ کے نام جاری رکھی گئی - اس جائداد پر ۲۴۰۰۰ روپیہ قرضہ تھا جو بیج ناتھ نے سرعت کے ساتھ بڑھا کر ۴۰۰۰۰ روپیہ کردیا ۱۸۷۴ء میں بیج ناتھ کی خدمات ریاست کپورتھلہ کے سپرد کی گئیں جہاں یہ راجہ کھڑک سنگھ کی لمبی بیماری کی وجہ سے ریاست کا کام چلانے کے لئے کونسل کا ممبر کردیا گیا - ۱۸۷۵ء کے شروع میں چونکہ کپورتھلہ کے حالات سے کونسل کو ہٹا کر ایک انگریز افسر کا تقرر ضروری سمجھا گیا تھا اس لئے دیوان کو برخاست کردیا گیا وہاں سے دیوان زیارت کے

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

کارروائی بالکل حکام کی مرضی کے مطابق اور قابل اطمینان تھی اور اپنی سرکار کے فوائد کو کسی طرح بھی ضائع نہ کرکے وہ کپتان ایبٹ سرکاری وکیل کے ساتھ نہایت تواضع اور التفات سے پیش آتا رہا - ۲۶ نومبر سنہ ۱۸۴۷ء کو اس کی تنخواہ میں ایزادی کی گئی اور اسے ممتازالدولہ کا خطاب دیا گیا - الحاق کے موقع پر علاوہ مواضعات نین سکھ - بالوسابو - جھگیاں - کوٹ ناؤ - خانپور - کاٹھیاں والہ - شادمان - گنگ اور مرادی پر جو ۱۹۰۰ روپیہ سالانہ کی مالیت کے تھے قبضہ رکھنے کے اسے ۵۰۰ روپیہ سالانہ نقد وظیفہ ملتا تھا - اپریل سنہ ۱۸۴۹ء میں یعنی پنجاب کے الحاق کے تھوڑے ہی عرصے بعد نوعمر مہاراجہ دلیپ سنگھ دیوان اور ڈاکٹر لوگین کے سپرد کیا گیا اور اسی سال میں شہزادہ مذکور کے ہمراہ فتح گڑھ گیا جہاں ستمبر سنہ ۱۸۵۴ء تک اُس کے پاس حاضر رہا اور جب وہ انگلستان جانے کو تھا تو یہ پنجاب واپس آگیا اور گوشہ نشینی اختیار کرلی - وہ جب تک مہاراجہ کے ساتھ فتح گڑھ رہا ہمیشہ ڈاکٹر لوگین اس کے کھرے پن اور باعزت رویہ کا مدّاح رہا ۔

الحاق کے موقع پر دیوان کی جاگیرات گورنمنٹ نے ضبط کرلیں مگر اس کو ۷،۵۰۰ روپیہ کی ایک پنشن عطا کی گئی اور سنہ ۱۸۵۲ء میں گورنمنٹ عالیہ نے ایک ہزار روپیہ کی علی الدوام پنشن منظور فرمائی ۔

سنہ ۱۸۶۲ء میں دیوان شہر لاہور میں آنریری مجسٹریٹ مقرر کیا گیا - یہ اس عہدے کے فرائض بڑی خوبی کے ساتھ ادا کرتا رہا اور اپنی وفات تک عدل و انصاف کرکے اپنا نام نیک قائم کرگیا - جنوری سنہ ۱۸۶۴ء میں سر رابرٹ منٹگمری لفٹننٹ گورنر بہادر پنجاب نے اس کی گزشتہ

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
GSL

ٹھیک اندازہ ۳۰۰۰۰ آدمیوں کی جمعیت کا کیا جا سکتا ہے ؛

راجہ ہیرا سنگھ کی تکلیف دہ حکومت کے دوران میں اجودھیا پرشاد کا بریگیڈ جو لائق و فائق ونچورا کے ماتحت نظم و نسق سے رہنے کا عادی تھا باقی فوج کی طرح بالکل باغی نہ ہوا اور نہ ہی اس میں بدنظمی پیدا ہوئی۔ جب ہیرا سنگھ لاہور سے بھاگ گیا اور سردار جواہر سنگھ اور سکھ فوج نے اس کا تعاقب کیا تو فوج خاص خورد سال مہاراجہ کی حفاظت کے لئے قلعے کے نیچے والے میدان میں رہی۔ جواہر سنگھ نے اجودھیا پرشاد کی تنخواہ میں ۳۰۰۰ روپیہ ماہوار کا اضافہ کردیا اور اس کو علاقہ حافظ آباد کے مواضعات خانپور۔ گنگ۔ شادیاں۔ مرادی اور کاٹھیاں والا دئے ؛

سردار جواہر سنگھ کے قتل کئے جانے کے بعد تیج سنگھ جس سے فوج نفرت کرتی تھی باقاعدہ فوج کا اور راجہ لال سنگھ بے قاعدہ فوج کا سپہ سالار مقرر ہوا اور جب فوج خاص کو پشاور جانے کا حکم ہوا تو وہاں اس نے حکم کی بجاآوری سے بالکل انکار کردیا۔ اس کے بعد ستلج کی لڑائی ہوئی جسکے ختم ہونے پر دیوان اجودھیا پرشاد نے استعفا دیدیا جو منظور ہوگیا اور اُس نے وہ فوج چھوڑ دی جس میں اس نے چھبیس سال ملازمت کی تھی ؛

۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء کے عہد نامے کے بعد جس کی رو سے راوی اور سندھ کا درمیانی علاقہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو دیا گیا اجودھیا پرشاد کو کپتان ایبٹ کے ساتھ علاقہ جات لاہور اور جموں کے درمیان حدود قائم کرنے کے لئے کمشنر مقرر کیا گیا۔ اس کام میں جو کسی طرح بھی آسان نہ تھا دو سال لگے اور مئی ۱۸۴۸ء تک دیوان لاہور واپس نہ آیا۔ اس عرصے میں اُس کی

اور ۳۸۲ توپیں تھیں جن کا ماہوار خرچ ۶۸۲۹۸۴ روپیہ تھا۔ سردار جواہر سنگھ کے وقت میں باقاعدہ فوج میں ۷۲۳۷۰ جوان تھے ۳۸۱ توپیں تھیں جن کا ماہوار خرچ ۸۵۲۶۹۶ روپیہ تھا۔ سردار جواہر سنگھ کے وقت میں توپوں کی تعداد میں زیادتی زیادہ حد تک برائے نام تھی صرف چند نئی توپیں ڈھالی گئیں ورنہ بہت سی پرانی قلعے سے نکال کر صاف کی گئیں اور پہیوں پر چڑھا کر میدان کے کام کے قابل بنا دی گئیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ بے قاعدہ فوج میں اُس نسبت سے ترقی نہیں ہوئی جس سے کہ باقاعدہ فوج میں ہوئی۔ انگریزوں کے ساتھ لڑائیاں شروع ہونے کے موقع پر اس کی تعداد ۱۶۲۹۲ تھی جب ۱۸۴۵ء کی ستلج کی لڑائی شروع ہوئی تو سکھ فوج سارے پنجاب میں مفصلۂ ذیل تھی :-

باقاعدہ پلٹن	۵۳۷۵۶
باقاعدہ رسالہ	۶۲۳۵
بے قاعدہ رسالہ	۱۶۲۹۲
توپخانہ	۱۰۹۶۸
شتری توپیں	۵۸۴
متفرق	۸۲۷

توپیں میدان میں لڑنے کی ۳۸۱۔ قلعوں میں لڑنے کی ۴۰۔ شتری توپیں ۳۰۸ +

بے قاعدہ الوس اور جاگیرداروں کی کنٹنجنٹ کی سپاہ تفصیل بالا میں شامل نہیں اور نہ صحت کے ساتھ دریافت ہی ہو سکتی ہے اگر ان کا

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

GSL

اور چونتیس توپیں تھیں۔ پلٹن میں خاص بٹیلین کے ۸۲۰ جوان۔ گورکھا بٹیلین کے ۷۰۰ جوان۔ دیوا سنگھ بٹیلین کے ۸۳۹ جوان اور شام سنگھ بٹیلین کے ۸۱۰ جوان شامل تھے۔ رسالہ میں گرینڈیر رجمنٹ کے ۷۳۰ جوان۔ ڈریگون رجمنٹ کے ۷۵۰ جوان اور اردلی خاص کے نزب کے ۱۸۷ جوان شامل تھے۔ توپخانہ الٰہی بخش خاں کا مشہور تھا اور اس کا سپہ سالار جرنیل الٰہی بخش تھا جو سکھ فوج میں بہترین افسر توپخانہ تھا۔ اس سارے بریگیڈ کی تنخواہ ۹۶۰۶۷ روپیہ ماہوار ہوتی تھی +

خالصہ فوج کے سب سے نامی بریگیڈ کے مذکورہ بالا بیان سے دوسرے بریگیڈوں کی جمعیت کا بھی بہت کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد بہت کچھ تبدیلیاں ہو گئی تھیں۔ اُس کی زبردستی کی وجہ سے سرکشی اور شکایات دبی رہتی تھیں گو اُسے بھی ایک دفعہ گورکھا رجمنٹ کے جوش و خروش سے جن کو تنخواہ کا بقایا نہیں ملا تھا مجبوراً گوبندگڑھ میں پناہ لینی پڑی تھی مگر اُس کے جانشین اپنی جانوں اور طاقت کے ضائع ہونے کے ڈر سے فوج کی تعداد اور تنخواہ بڑھانے پر مجبور تھے یہاں تک کہ اس کا ریاست پر ناقابل برداشت بوجھ پڑ گیا تھا اور دوسری ریاستوں کے واسطے وہ ہر وقت کی ایک دھمکی ہو گئی تھی +

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات کے موقع پر باقاعدہ فوج یعنی پلٹن۔ رسالے اور توپ خانے میں ۲۹۱۶۸ جوان اور ۱۹۲ توپیں تھیں جن کا ماہوار خرچ ۳۸۲۰۸۸ روپیہ تھا۔ مہاراجہ شیر سنگھ کے زمانے میں باقاعدہ فوج میں ۵۰۰۶۵ جوان اور ۲۳۲ توپیں تھیں جن کا ماہوار خرچ ۵۴۸۶۰۳ روپیہ تھا۔ راجہ ہیرا سنگھ کے وقت میں باقاعدہ فوج میں ۵۰۸۰۵ جوان

نے ہتھیار* ڈال دئے۔ وہ بعد ازاں شیخوپورہ کے قلعے کے قید خانے میں بُرے سلوک اور فاقوں سے راجہ دھیان سنگھ کا شکار ہو کر مر گیا۔

مہاراجہ نے فوج خاص کو وہ انعام دیا جس کا اجودھیا پرشاد نے کلو میں ان سے وعدہ کیا تھا۔ راجہ منڈی کو دیوی کا نہایت قیمتی اور متبرک بُت جو ٹھوس چاندی کا بنا ہوا تھا اور جسے سکھ سپاہی کملاگڑھ سے لے آئے تھے لیکر پہاڑی علاقے میں جانے کی اجازت ہو گئی۔

جرنیل ونچورا سنہ ۱۸۴۲ء میں یورپ سے واپس آیا اور اپنے بریگیڈ کی کمان لی۔ اسے شیر سنگھ کے قتل کئے جانے کے بعد خفیہ طور پر راجہ ہیرا سنگھ وزیر کے ہمراہ کرنیل رچانڈ برٹش رزیڈنٹ کے ساتھ بات چیت کر کے انگریزوں کے ساتھ استحکام روابط کی کوشش کرنے کے لئے لدھیانہ بھیجا گیا مگر ۱۸۴۳ء کے اخیر میں جب اُسے فوج کے تمرّد سے نفرت ہو گئی اور صاف نظر آنے لگا کہ ملک میں فساد ہونے والا ہے تو وہ پنجاب سے جہاں اس نے چالیس سال سے زیادہ نوکری کی تھی چلا گیا۔ دیوان اجودھیا پرشاد نے اب بریگیڈ کی کمان لی اور ستلج کی لڑائی ختم ہونے تک اس عہدے پر ممتاز رہا۔ سنہ ۱۸۴۵ء میں لڑائی سے پہلے بریگیڈ مذکور ۳۱۷۶ جوانوں کی باقاعدہ پلٹن۔ ۱۶۶۷ آدمیوں کے باقاعدہ رسالہ اور توپخانے کے ۸۵۵ سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ جسکی میزان ۵۶۹۸ آدمی

*۱۰۔ اس زمانے کی فوج کی بے آئینی اور زور بل کی یہ ایک مشہور مثال ہے کہ وہی چار یاری رسالہ اور اکالی جنہوں نے پہلی مئی کو جوالا سنگھ کی سرکشی اور نمک حرامی میں ساتھ دیا تھا انھوں نے ہی دوسری تاریخ کو مہاراجہ شیر سنگھ سے اس لئے ۳۰۰۰۰ روپیہ مانگا اور لے لیا کہ ہم بریگیڈ پہنچنے پر چپ ہو رہے تھے! ورلڑائی پر زور نہیں دیا تھا ورنہ جوالا سنگھ کبھی ہتھیار نہ رکھتا۔